إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي
بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ

ماہنامہ
راہ اسلام
شمارہ ۱۶۷-۱۶۸ مارچ، اپریل ۱۹۹۸ء

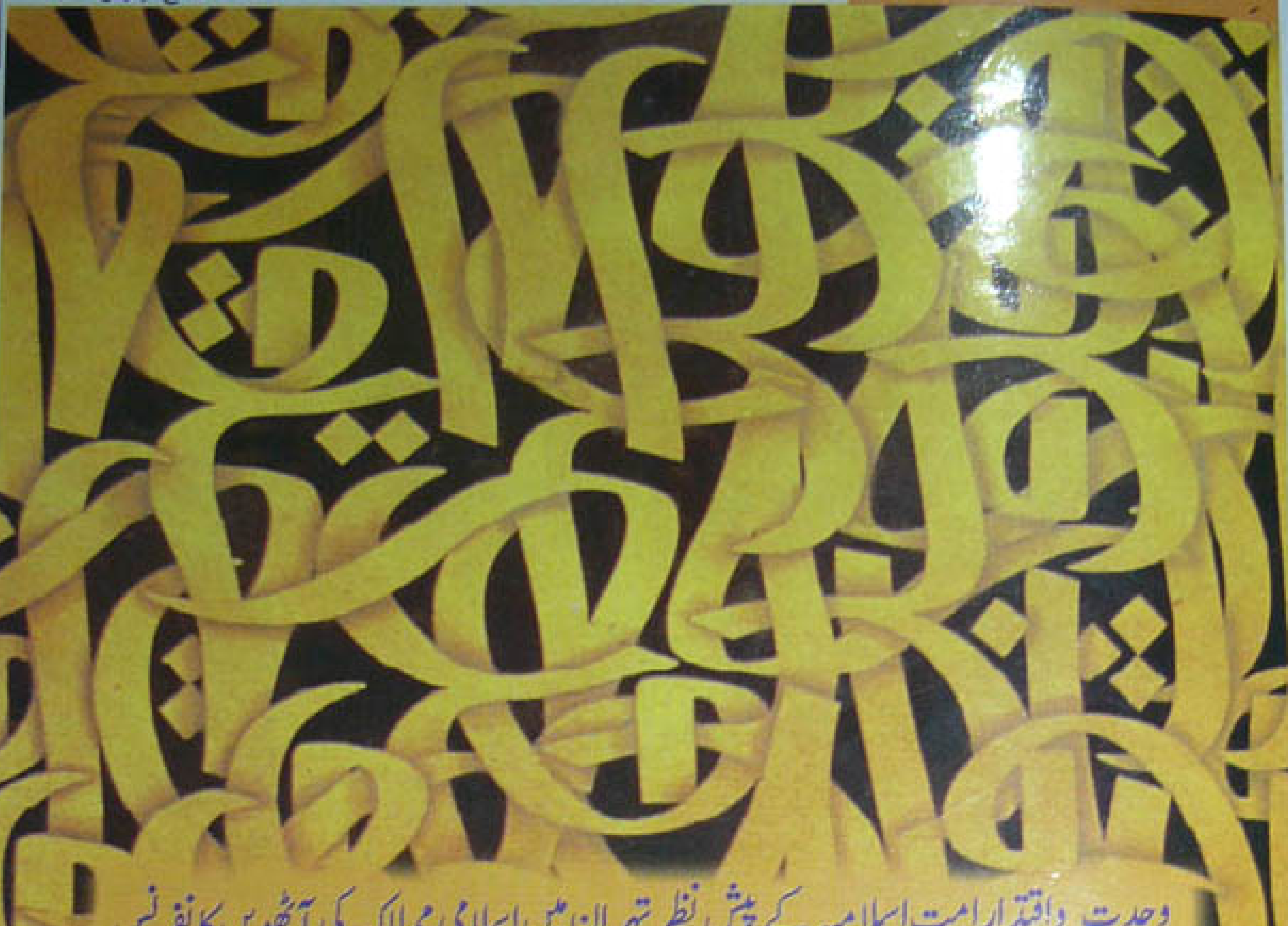

وحدت واقتدار امت اسلامیہ کے پیش نظر تہران میں اسلامی ممالک کی آٹھویں کانفرنس

وأذان من الله ورسوله إلى الناس يوم الحج الأكبر
أن الله بريء من المشركين ورسوله

زائرین بیت اللہ الحرام کا فریضہ ہے کہ خواہ وہ کسی ملک وملت سے تعلق رکھتے ہوں قرآن کریم کے حکم کے آگے اپنا سر تسلیم خم کردیں نیز مشرق ومغرب کی اسلام دشمن طاقتوں اور ان کے فرمانبردار نوکروں کی طرف سے اسلام کی بیخ کنی کے لئے اٹھنے والے شیطانی سیلابوں کے مقابلے میں باہم متحد ہو جائیں۔ اور قرآن مجید کی ان آیات شریفہ کی جانب اجتناب اور خدا کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

حضرت امام خمینی ؒ

اگر دنیائے اسلام اور ملت اسلامیہ' اپنے جری دشمنوں کے وجود سے نجات حاصل کرلے اور اس طرح کی صورت حال ممکن ہوسکے تو برائت کا فلسفہ بھی ختم ہو جائے گا لیکن دشمنوں کی موجودگی اور ان کی موجودہ محاذ آرائیوں کے باوجود دشمن کی طرف سے غفلت اور رسم برائت سے اجتناب ایک بڑی اور نقصان دہ خطا و غلطی ہے۔

حضرت آیت اللہ العظمیٰ خامنہ‌ای مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

اداریہ: اتحاد واقتدار امت اسلامیہ ۲

اسلامی کانفرنس تنظیم کے سربراہ اجلاس سے آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا خطاب ۴

اسلامی کانفرنس تنظیم کے اجلاس میں حجت الاسلام سید محمد خاتمی کا افتتاحیہ خطاب ۱۰

تہران۔ اسلامی ممالک کے سربراہوں کے آٹھویں اجلاس کا میزبان ۱۸

پیغام و تشکر ۲۴

اجلاس میں شریک دنیائے اسلام کے عظیم رہنماؤں کے اہم بیانات ۲۵

شعر ۲۹

عید غدیر ۳۰

حسینی انقلاب کے اغراض و مقاصد ۳۲

پیغام حج از: رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای ۳۷

اہم خبریں ۴۴

حضرت حجت الاسلام سید محمد خاتمی کا خطاب (انگریزی میں) ۴۷

حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا خطاب (انگریزی میں) ۵۱

راہ اسلام میں شائع ہونے والے ہر مقالے کا اسلامی جمہوریہ ایران کے نظریات کا مظہر ہونا لازمی نہیں ہے۔

ماہنامہ

راہ اسلام

شمارہ ۱۹۵-۱۹۸- مارچ-اپریل ۱۹۹۸ء

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر:

محمد رضا باقری

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران

۱۸، تلک مارگ، نئی دہلی

۱۱۰۰۰۱

شالیمار آفسیٹ پرنٹرس۔ کوچہ چیلان۔ نئی دہلی-۲

ادارتی و دیگر معلومات کے لئے مندرجہ ذیل پتہ پر بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران

۳۳، مہارشی کروے روڈ (ایم۔ کے۔ روڈ)

بالمقابل چرنی روڈ، ریلوے اسٹیشن بمبئی

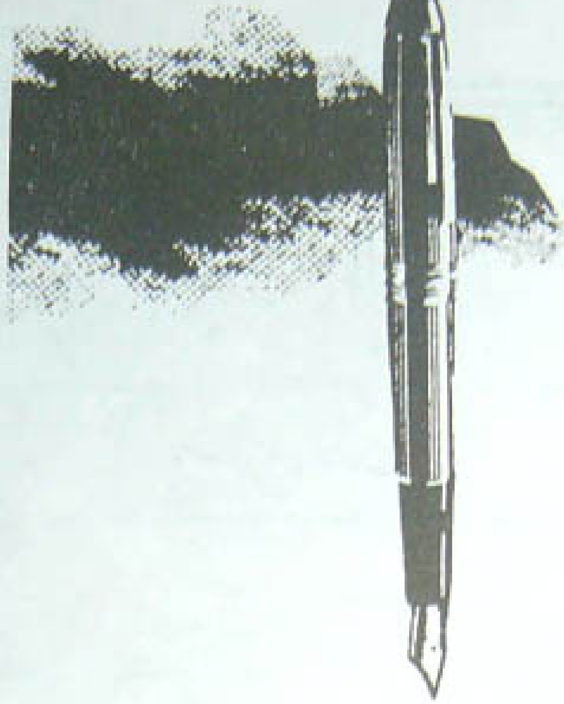

اداریہ

اتحاد و اقتدار امت اسلامی

"اِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُم اُمَّةً وَّاحِدَةً۔" (سورہ انبیاء آیت ۹۲)

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اگر امت اسلامیہ پیغمبر عظیم الشان حضرت محمدؐ پر وحی کی صورت میں نازل ہونے والے احکام خداوندی وارشادات الٰہی کی پیروی نہ کرے گی تو اسے اقتدار ہر گز نہ حاصل ہو گا کیونکہ احکام الٰہی پوری دنیائے بشریت بالخصوص اسلامی معاشرہ کے لئے مشعل راہ ہدایت اور ظلم و جور، مکر و فریب اور لوٹ کھسوٹ کی تاریکی میں لپٹی ہوئی اس دنیا میں نور ہدایت خداوندی کا سہارا لئے بغیر منزل مقصود تک پہنچنا دشوار ہی نہیں بلکہ نا ممکن ہے۔

واضح رہے کہ امت اسلامیہ کے سیاسی اقتدار کی ترقی کیلئے مسلم ممالک اور حکومتوں کے درمیان باہمی تعلقات کا ہونا لازمی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے بخوبی واقف و آشنا رہیں اور باہمی ومشترکہ مفاد و مصالح کو حاصل کرنے کے لئے آگے قدم بڑھا سکیں۔ پس مسلمان ممالک کی حکومتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھے، قریبی اور گہرے تعلقات قائم رکھیں اور انہیں زیادہ سے زیادہ فروغ دیں تاکہ ان ملکوں کے درمیان تعمیری تعاون وہم آہنگی کی زمین ہموار رہے۔ مسلم ممالک کے مختلف النوع اجلاس واجتماعات کا اہم اور بنیادی مقصد باہمی شناخت اور لازمی تعاون وہم آہنگیوں کو فروغ دینا ہے تاکہ سیاسی، ثقافتی، اقتصادی اور سماجی شعبوں میں متحدہ اور مشترکہ فیصلے کئے جا سکیں۔

موجودہ دنیا میں روز افزوں ثقافتی، سیاسی، سماجی، اقتصادی اور فوجی مکاریوں نیز دنیا کے مختلف ملکوں کے درمیان معاہدوں اور نئی نئی تنظیموں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مسلمان ملکوں کے لئے بھی یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے درمیان اتحاد و تعاون کو بڑھاوا دینے کے لئے مختلف النوع اجلاسوں کی تشکیل کا اہتمام کریں تاکہ ایک دوسرے کے معاملات و مسائل سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے لازمی شعبوں میں باہمی تعاون سے کام لے سکیں۔ واضح رہے کہ اسلامی کانفرنس تنظیم کی تشکیل مسلمان ملکوں کے درمیان مذاکرہ و گفتگو اور باہمی اجلاس واجتماع کی ضرورت کو پورا کرنے کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہے اور یہ تنظیم ملت اسلامیہ عالم اور مسلمان حکومتوں کے درمیان اتحاد و تعاون کو فروغ دینے میں نمایاں خدمات انجام دیتی رہی ہے۔

جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اسلامی کانفرنس تنظیم سے وابستہ مسلم ممالک کے سربراہوں اور رہنماؤں کا آٹھواں اجلاس تہران میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں شریک مسلم ممالک کے سربراہوں اور حاکموں نے متفقہ طور پر یہ اعتراف کیا ہے کہ اس تنظیم کے گزشتہ اجلاسوں کے مقابلے میں تہران کا حالیہ اجلاس سب سے زیادہ مفید و کارآمد اور کامیاب رہا۔ مختلف الانوع ثقافتی 'سیاسی 'اقتصادی اور دیگر کمیٹیوں کی موجودگی اور ان کمیٹیوں کی تعمیری کوششوں سے حاصل ہونے والے مفید نتائج نے اجلاس کی کامیابی میں چار چاند لگادئے۔ اس کے علاوہ کانفرنس کے اس اجلاس میں شریک ہونے والے سربراہوں کی کثیر تعداد کی وجہ سے بھی اس کی اہمیت میں قدرے اضافہ ہو گیا اور کانفرنس کے اجلاس میں شریک ہونے والے وزراء خارجہ کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ تھی۔ بہر حال ماہنامہ "راہ اسلام" نے اس اجلاس کی اہمیت وافادیت اور اپنے قارئین کی دلچسپی ولگن کو نگاہ میں رکھتے ہوئے موجودہ شمارہ کے کچھ صفحات اس اجلاس سے متعلق اہم اطلاعات کے لئے مخصوص کردئے ہیں۔ امید ہے کہ امت اسلامیہ وحدت واتحاد کی دولت سے مالامال ہو کر خداوند عالم کی رضا و خوشنودی کی طرف پیش قدم رہے گی۔

☆ ☆ ☆

ائمہ اطہار علیہم السلام کے شیعوں اور چاہنے والوں کی نظر میں عید غدیر کی اہمیت غیر معمولی وسعت کی حامل ہے۔ یہی وہ دن ہے جس دن پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بعد حضرت علی علیہ السلام کی ولایت وامامت کا اعلان کیا اور بارگاہ عالیہ خداوندی سے علیؑ کے دوستوں کی نصرت و کامیابی اور دشمنان علیؑ کی شکست وناکامی کا مطالبہ کیا اور اسی دن سے تشیع کی شروعات ہو گئی۔ مولائے متقیان کی ولایت دنیا کے تمام مسلمانوں کو ہمیشہ مبارک ہو۔

☆ ☆ ☆

ماہ ذی الحجہ کے فوراً بعد ماہ محرم الحرام کی آمد حضرت اباعبداللہ الحسینؑ کی اس عظیم تحریک کی یاد تازہ کرتی ہے جس کی خاطر انہوں نے مدینہ سے مکہ اور وہاں سے عراق اور سرزمین کربلا کا سفر اختیار کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس عظیم الشان حسینی انقلاب کے رونما ہونے میں مختلف اسباب وعوامل کارفرما رہے ہیں لیکن جو چیز اس انقلاب کے آغاز کا بنیادی سبب قرار پائی وہ امور واعمال کی اصلاح یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترویج و تبلیغ واشاعت ہے۔ جی ہاں! اسلامی حکومت کی باگ ڈور یزید کے ہاتھوں میں پہونچنے کے بعد ایسا لگ رہا تھا کہ حرام محمدؐ کو حلال اور حلال محمدؐ کو حرام قرار دئے جانے کا لامتناہی سلسلہ چھڑ گیا ہے۔ ایسے نامساعد اور اسلام دشمن ماحول وحالات میں سردار جوانان جنت حضرت اباعبداللہ الحسینؑ کے علاوہ دوسرا کون تھا جو اپنی اور اپنے اعزاء واقرباء اور وفادار ساتھیوں کی قربانی پیش کرتے ہوئے اسلام کے اصول وفروع کی بقا کی ضمانت فراہم کر سکے اور معرکہ کربلا کو جنم دیتے ہوئے اپنے اور اپنے چاہنے والوں کے خون سے درخت اسلام کی آبیاری کر سکے۔ جی ہاں! معرکۃ الآرا حسینی انقلاب نے اسلامی معاشرہ کی جملہ شناختوں کو قیامت تک کے لئے محفوظ کر دیا۔ اگر امام حسین علیہ السلام نے اس عظیم انقلاب کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا ہوتا تو دین اسلام کی شناخت اور اس کے جملہ بنیادی اصول باقی نہ رہ جاتے اور صفحۂ ہستی پر اسلام محمدیؐ کا نام ونشان بھی باقی نہ رہ جاتا۔

اسلامی جمہوریہ ایران اور نئی دہلی میں اس حکومت کی نمائندگی کرنے والے اداروں کی کوشش ہے کہ امت اسلامیہ کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں میں لگے ہوئے افراد واداروں کے تعاون سے وحدت واتحاد اسلامی کو ہر ممکن فروغ حاصل ہو جائے۔ اتحاد کو وقت کی اہم ترین ضرورت سمجھنے والے افراد واداروں کے حق میں مرحبا کہتے ہوئے ہم بارگاہ عالیہ الٰہی میں ان کی کامیابی وسربلندی کے لئے دست بدعا ہیں۔

والسلام علی عباداللہ الصالحین

تہران میں اسلامی کانفرنس تنظیم کا سربراہ اجلاس

آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا خطاب

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

میری خواہش ہے کہ مسلمانان عالم کی بھرپور نمائندگی کرنے والے اس برادرانہ اجتماع میں اپنی تقریر کا آغاز حمد الٰہی سے کروں۔

بارالٰہا تیرا شکر ادا کرتا ہوں معرفت، توحید، عبودیت اور محبت پر، شکر ادا کرتا ہوں اسلامی اخوت، انسانیت کی عزت اور صبر و توکل کی تعلیم اور احسان و مروت کی نعمت پر اور تیرے بندے اور پیامبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں جنہوں نے توحید و عدل کے پرچم کو بلند کیا، انسانی عزت و تکریم کی دعوت دی اور انسان کو تیرے سوا ہر چیز اور ہر فرد کی بندگی سے آزاد کیا اور سلام پیش کرتا ہوں ان کے خاندان اطہر، ان کے سچے ساتھیوں اور ان کی پیروی کرنے والے خدا کے تمام نیک بندوں اور تمام پاک فطرت انسانوں کو...

میں آپ تمام عزیز مہمانوں اسلامی ممالک کے سربراہوں اور اراکین کو نیز اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل اور اس کانفرنس کے سکریٹری جنرل اور دوسرے محترم مہمانوں کو پرخلوص اور برادرانہ خوش آمدید کہتا ہوں۔

بھائیوں اور بہنو! اس وقت آپ اسلام کے ایک مرکز میں جمع ہوئے ہیں اگرچہ ہمارے صدر جمہوریہ آپ کے میزبان ہیں لیکن ہر ایرانی خود کو آپ کا میزبان تصور کرتا ہے اور ایمان سے سرشار ملک میں آپ کی موجودگی کو باعث عزت سمجھتا ہے۔

میرے عزیزو! ہمارا اجتماع ایسے دوستوں کا اجتماع نہیں جو کسی ایک مفاد
خاطر اکٹھا ہوئے ہوں اور جنہیں کبھی کوئی اور مفاد ایک دوسرے سے جدا کردے
ایسے بھائی ہیں جنہیں قرآن پر ایمان نے ایک ابدی بندھن میں ایک دوسرے
ساتھ پرو دیا ہے اور مختلف تاریخی جغرافیائی اور سیاسی خصوصیات کا حامل ہونے
باوجود ہمیں ایک ہی پیکر یعنی امت اسلامیہ کی شکل عطا کی ہے۔ اس بندھن کو ہم
اس لئے قبول کیا ہے کہ ہم اسلام پر ایمان رکھتے ہیں جس کے ہم پابند ہیں اور لڑ
جھگڑا اختلافات اور کشمکش اس حقیقت کے چہرے پر وہ غبار ہے جسے حکمت
مندی اور بردباری کے صاف و شفاف پانی کے ذریعے دھویا جاسکتا ہے۔

آیئے اس عظیم اور تاریخی اجلاس (اور ملاقات) کو اسی زاویہ نگاہ
دیکھیں تاکہ اپنی اقوام اور عزیز امت اسلامیہ کی نوشت کے لئے اس سے فا
اٹھا سکیں۔

میرے بھائیو اور عزیزو! اس اجلاس کی افتتاحی تقریر میں میں تین نکات
کا ذکر کروں گا اور آخر میں ان سے نتیجہ اخذ کروں گا۔ اور یہ تین نکات یہ ہیں۔ اسلام
امت اسلامیہ، اسلامی کانفرنس اور اس کا آئندہ افق۔

ا۔ اسلام

اسلام اس وقت بھی جب ظہور میں آیا اور آج بھی ایک ایسی دنیا کا راستہ بتاتا ہے جس میں انسان کے لئے کامیاب زندگی اور فلاح کی ضمانت موجود تھی اور ہے۔انسان کے اصل مصائب اور آلام' جن کے خاتمے پر اسلام نے کمر باندھی' اُس دور میں اور اس سے بڑھکر آج بھی موجود ہیں جیسے غربت، جہل، امتیازی سلوک، جنگ، بدامنی اور سرانجام مادیت کے حصار میں گرفتاری اور اپنی بُری خواہشات کا اسیر بن جانا وغیرہ۔

اسلام——انسانیت، اعتدال، خرد مندی اور خدا کے سامنے تسلیم ہونے کا نام ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام ادیان اس سے قبل کہ وہ تحریف کا نشانہ بنتے ایسے ہی تھے لہذا انسان کے اس درد و رنج کا علاج' افراط و تفریط و زیادہ روی سے ہٹ کر خردمندانہ روشوں کے ذریعہ پیش کیا جانا چاہئے اور انسان کو خدا سے اپنا باطنی رابطہ برقرار کرنے اور اس کے سامنے گڑگڑانے کی دعوت دی جانی چاہئے اور اسے برائیوں' جارحیت اور ظلم و ستم کے خلاف جدوجہد نیز خود غرضی وخود پسندی جیسی بُری صفات کے خلاف ہمیشہ برسرپیکار رہنے کی تعلیم و تاکید کرنی چاہئے۔ اسلام کے اصل احکام اس طرح بنے ہیں اور انسان کی فردی، معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی زندگی کے لئے اسلام کا پروگرام بھی ان ہی بنیادوں سے اٹھا ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام میں سماجی انصاف، مختلف قسم کی آزادی، منصفانہ صلح، ظلم و جارحیت کے خلاف جدوجہد، عورت و مرد کے تعلقات ایک معاشرے میں افراد کے آپس کے تعلقات' اور مختلف معاشروں کے ایک دوسرے سے روابط، تزکیہ نفس، خداوند سے ہر شخص کا باطنی رابطہ یہ تمام کی تمام چیزیں انہیں بنیادوں پر استوار ہیں اور انسان کے پرانے اور دائمی درد و رنج کا علاج بھی ہیں۔

آج بھی انسانی زندگی کی تمام تر ظاہری رنگینیوں کے باوجود انسان ایسے رنج و مصائب سے دوچار ہے جس کا اسے تاریخ کے طویل دور میں سامنا رہا ہے۔ دنیا کے اکثر لوگ غریب ہیں اور ایک مختصر تعداد اس زمین کی ثروت کا بیشتر حصہ اپنے اختیار میں لئے ہوئے ہے۔ اکثر اقوام علمی ترقی سے محروم ہیں اور ایک گروہ نے اپنے علم و دانش کو دوسروں پر ظلم کا وسیلہ بنا رکھا ہے۔ دنیا کے گوشہ و کنار میں جنگیں ہو رہی ہیں اور دنیا والے جنگ عظیم کے خطرے سے ہمیشہ خوف میں مبتلا ہیں۔ عالمی سطح پر ممالک کے درمیان اور اکثر ملکوں میں مختلف طبقات کے درمیان امتیازی سلوک موجود ہے اور مغرب کا مادی تمدن سب کو مادیت کی جانب بڑھا رہا ہے اور روپیہ پیسہ، پیٹ اور شہوت اصل مقصد حیات بن گئے ہیں اور دنیا کے ایک بہت بڑے حصے میں محبت اور فداکاری و ایثار کی جگہ حیلہ و سازش، حسد، لالچ، بخل اور دیگر صفات رذیلہ نے لے لی ہے۔ سائنس، ٹکنالوجی، وسائل، تیز رفتاری اور سہولت کے لحاظ سے آج کی دنیا ماضی سے کہیں مختلف ہے لیکن انسان کے پرانے

آج امت مسلمہ اسی خود اعتمادی اور عزت واستقلال کی پیاسی ہے اور ہر ایک کو اس راستے میں کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ایک تاریخی ذمہ داری ہے اور آج اس ذمہ داری کی ادائیگی اور عالم اسلام کی مکمل خود مختاری' قوت و شوکت اور عزت و سربلندی کی راہ ہموار ہو چکی ہے۔

رنج و آلام اور درد بدستور باقی ہیں اور اصل مصائب و مشکلات وہی ہیں جو پہلے تھے۔ مغربی لبرلزم اور کمیونزم نیز سوشلزم وغیرہ کی آزمائش کی جاچکی اور ان کی ناتوانی ثابت ہو چکی ہے اور ماضی کی مانند آج بھی اسلام انسان کے لئے شفا بخش ہے اور انسان کو نجات عطا کرنے والا ہے، آج بھی چودہ سو سال پہلے کی طرح یہ صدا گونج رہی ہے:

(۱)... **قد جاءکم من الله نور وّ کتاب مّبین، یہدی به الله من اتبع رضوانه سُبُل السلام ویخرجهم من الظلمات الی النور باذنه ویهدیهم الی صراط مّستقیم** ...... (سورہ مائدہ آیات ۱۵-۱۶) "تمہارے پاس تو خدا کی طرف سے ایک چمکتا ہوا نور اور صاف صاف بیان کرنے والی کتاب آچکی جس کے ذریعے خدا اپنی خوشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرتا ہے اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر اپنے حکم سے نور کی طرف لے آتا ہے اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔"

جو چیز اہم ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا سادہ اور اصل چہرہ دیکھا اور پہچانا جائے دشمنوں نے چند صدیوں کے دوران اور نادان و غافل دوستوں نے اس سے بھی طویل عرصے کے دوران اسلام کے نورانی چہرے کو خراب کیا اور جان بوجھ کر یا جاہلانہ سلیقوں کے ذریعہ اس میں اضافہ یا پھر کمی کی' آج بھی اگرچہ اپنوں کی کج فہمیوں اور نفع پرستیوں کے باعث اسلام کی تصویر کو غلط رنگ میں پیش کیا جا رہا ہے لیکن اس سلسلے میں دشمنوں کا پروپگنڈہ کہیں زیادہ ہے اور وہ ظریف اور موذیانہ طریقوں سے اس کام میں مشغول ہیں۔

اس بارے میں دشمنوں کی مسلسل کوششوں کی ایک مثال وہ عظیم پروپگنڈہ ہے جو ایران میں اسلامی حکومت کے قیام کے بعد اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف شروع کیا گیا تاکہ اس عظیم انقلاب کے موثر پیغام کو آگے بڑھنے سے روک دیا جائے۔ انہوں نے تہمت لگانے اور جھوٹی خبریں پھیلانے کو اپنا اہم کام قرار دیا، ہمارے بارے میں جھوٹ کہا اور ہم سے جھوٹی باتیں منسوب کیں جو سننے والوں

کے لئے باعث ملال ہوئیں۔ اس سلسلے میں صہیونیوں اور ان کے معروف ذرائع ابلاغ نیز سامراجی ایجنٹ اور سب سے بڑھکر امریکی سرگرم عمل رہے ہیں یعنی وہ لوگ جنہیں دوسروں کے مقابل اس انقلاب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے، اسلام اور انقلاب دشمن پروپگنڈوں میں زیادہ سرگرم عمل رہے ہیں۔ ایسے حالات میں اسلام کی مکمل شناخت، عالمی سطح پر اس کا حقیقی تعارف اور باہمی میل جول میں اضافہ ہم مسلمانوں کا عظیم فریضہ ہے۔

۲۔ امت اسلامیہ :

امت اسلامیہ، اسلام کا پہلا سیاسی و انسانی ثمرہ و نتیجہ ہے' جس کا آغاز مدینہ نبوی سے ہوا اور جس نے حیرت انگیز طریقے سے اپنی تعداد اور حیثیت کی رشد وترقی کی راہ میں قدم بڑھایا۔ ابھی اس اسلام کے مبارک ظہور کو نصف صدی کا عرصہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس نے اپنی تین عظیم ہمسایہ تاریخی تہذیبوں کی تمام تر سرزمین کے تقریباً نصف یعنی ایران، روم اور مصر کو اپنے زیر نگیں کر لیا اور اس کے ایک صدی بعد دنیا کے مرکزی علاقے میں جو مشرق میں دیوار چین اور دوسری جانب بحر اطلس کے ساحلوں تک اور شمال میں سائبیریا کے سبزہ زاروں اور جنوب میں بحر ہند کے جنوب تک پھیلا ہوا تھا اس نے ایک درخشاں تمدن اور ایک مضبوط اور پروقار حکومت قائم کر دی۔

تیسری اور چوتھی صدی اور اس کے بعد کے دور میں اس تمدن کی چمک اس طرح پھیلی کی ایک ہزار سال بعد اب دنیا کے موجودہ معاشروں میں اس کی علمی وثقافتی برکتوں کو دیکھا جاسکتا ہے اگرچہ مغربی مورخین، علم وتمدن کی تاریخ کا ذکر کرتے ہوئے' علم وثقافت اور تمدن کی اس عظیم وبے مثال تحریک کو نمایاں نہیں کرتے اور علم کی سرگزشت کو قدیمی یونان اور روم سے براہ راست نشاۃ ثانیہ سے متصل کرتے ہیں گویا علم وتمدن ایک ہزار سال تک مردہ تھا اور یکایک نشاۃ ثانیہ کے دوران دوبارہ رونما ہو گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرون وسطی، صرف مغرب اور یورپ کے لئے ظلمت وتاریکی اور وحشت کا دور تھا جبکہ عالم اسلام کے یورپ کے علاقے سے کہیں وسیع علاقے یعنی اندلس سے چین تک کے لئے یہ دور ایک نورانی دور تھا جسے بیداری اور علمی ترقی کا دور سمجھا گیا۔

اس یاددہانی کا مقصد ماضی پر فخر کرنا نہیں بلکہ اس حقیقت کی یاد آوری مقصود ہے کہ جو چیز اس تمدن کو وجود میں لائی وہ اسلام اور اس کی حیات افروز تعلیمات ہیں جو آج بھی ہمارے اختیار میں ہیں اور ہمیں خبردار کرتی ہیں کہ

یاایّہاالّذین آمنوااستجیبوا اللّٰہ وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم واعلموا انّ اللّٰہ یحول بین المرء وقلبہ وانّہ الیہ

میں اعلان کرتا ہوں کہ اسلامی جمہوری ایران کی طرف سے کسی بھی اسلامی ملک کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

تحشرون۔ (سورہ انفال آیت ۲۴)

اسلام نے ثابت کر دیا ہے کہ اس میں یہ صلاحیت اور گنجائش موجود ہے کہ اپنی امت کو مدنی اور علمی ترقی اور سیاسی عزت وقدرت کے اعلیٰ مراحل تک لے جائے اور اس عظیم مقصد کے حصول کی تنہا شرط ایمان، مجاہدات اور تفرقے سے پرہیز میں مضمر ہے اور قرآن ہمیں یہ درس دیتا ہے:

ولا تہنوا ولاتحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۹)

"خبردار سستی نہ کرنا مصائب پر محزون نہ ہونا اگر تم صاحب ایمان ہو تو سربلندی تمہارے ہی لئے ہے۔"

اور یہ درس بھی دیتا ہے کہ

وَالّذین جاھدوافینا لنھدینّھم سبلنا وان اللّٰہ لمع المحسنین

(سورہ عنکبوت آیت ۶۹)

اور پھر یہ درس:

واطیعوا اللّٰہ ورسولہ ولاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا انّ اللّٰہ مع الصّٰبرین (سورہ انفال آیت ۴۶)

ان تین عناصر میں کمزوری نے امت اسلامیہ کو آج افسوسناک صورت حال سے دوچار کر دیا ہے کم از کم گزشتہ دو صدیوں کے دوران چالاک دشمن اور حتی کہ بعض نااہل مسلم حکومتیں مختلف تاریخی وسیاسی حالات اور اسباب وعلل کی وجہ سے اس صورت حال کو پیدا کرنے کے سلسلے میں نہایت موثر رہی ہیں اور آج ہم ان کے وارث ہیں جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔

بھائیو! آیئے ہم اپنے آنے والوں کے لئے ایک ایسی چیز چھوڑ جائیں جس پر وہ ہم سے بڑھکر فخر کریں۔ موجودہ صورتحال میں بیرونی عوامل کے جائزے' میں سامراجی محاذ کے حملے کو سب سے زیادہ موثر پاتا ہوں۔ ہماری ثقافت میں سامراج کا اطلاق طاقت کے اس مجموعے پر ہوتا ہے جو اپنی سیاسی، فوجی، علمی اور

اقتصادی توانائیوں کی مدد سے اور بنی نوع انسان کی جانب نسل پرستانہ نگاہ اور تفکر سے الہام حاصل کرتے ہوئے انسانوں کے عظیم معاشروں یعنی اقوام، حکومتوں اور ملکوں پر اپنے ظالمانہ اور حقارت آمیز تسلط کے ذریعہ اپنے فائدے میں دباؤ ڈالتا ہے، ان کا استحصال کرتا ہے، ان کے امور میں مداخلت کرتا ہے، ان کی ثروت کو لوٹتا ہے، حکومتوں پر دھونس جماتا ہے، اقوام پر ظلم و ستم ڈھاتا ہے اور ان کی ثقافتوں اور روایتوں کی توہین کرتا ہے۔

اس کی واضح مثالیں سامراج اور اس کے بعد نئے سامراج اور حالیہ دور میں ماضی کے سامراجیوں اور ان کے وارثوں کی جانب سے بھرپور سیاسی، اقتصادی، تشہیراتی اور کبھی کبھی فوجی حملے کی شکل میں اقوام عالم نے دیکھی ہیں اور ان کا تلخ مزہ چکھا ہے۔ مغربی طاقتوں نے اس حملے میں سائنس و ٹکنالوجی کی ترقی اور اپنی بعض قومی اور مقامی خصلتوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ہم دشمن کی ملامت نہیں کرتے۔ ملامت کے حقدار تو وہ ہیں جنھوں نے اپنی کوتاہ فکری، خود غرضی اور راحت طلبی کے ذریعے دشمن کی کامیابی اور اپنے زوال کی زمین ہموار کی ہے۔

مغرب نے اپنے بھرپور حملے کے دوران ہمارے ایمان اور اسلامی خصائل کو نشانہ بنایا اور اپنی علمی متاع کے زیر سایہ، جس کی ضرورت کا ہر کسی کو احساس تھا، دین و اخلاق سے عاری اپنی ثقافت کو ہمارے معاشرے میں برآمد کیا۔ بلاشبہ وہ دن دور نہیں جب مغرب کا موجودہ تمدن اخلاقی غلاظت کے کنویں میں خود غرق ہو کر نابود ہو جائے۔ آج اسلامی دنیا اس مخاصمانہ حملے نیز گزشتہ نسلوں کے دوران عوامل کے اثرات کے باعث ایک افسوسناک صورتحال سے دوچار ہے۔ ایک طرف غربت، ناخواندگی، علمی پسماندگی، اخلاقی ضعف اور سب سے بدتر دشمنوں کا ثقافتی اور سیاسی تسلط اور دوسری جانب فلسطین، افغانستان، لبنان، عراق، کشمیر، بوسنیا ہرزیگوینا، قفقاز جیسے دیگر بڑے بڑے مسائل نے عالم اسلام کی حکومتوں، سیاسی شخصیتوں اور لیڈروں کے سامنے الٰہی اور انسانی ذمہ داری کی ایک طویل فہرست رکھ دی ہے۔ آج ہمیں جدت عمل کی ضرورت ہے۔ اب تک ہمیشہ دشمن جدت عمل سے کام لیتا رہا ہے اور ہم زیادہ سے زیادہ گلہ شکوہ کرتے رہے ہیں۔

دشمنوں کی جانب سے دسیوں جدت طرازیوں پر مبنی ایک تاریخی عمل نے فلسطین کو صہیونیوں کی ذاتی ملکیت میں تبدیل کر دیا ہے۔ سب سے پہلے فلسطینیوں کی زمینوں کی خریداری پھر مہاجر صہیونیوں کا مسلح ہونا، اس کے بعد داخلی جنگ اور فلسطین کا اعلان، پھر اس اسلامی اور عرب ملک کے نئے علاقوں پر قبضہ اور آخر میں اس پورے ملک پر قبضہ اور مصر شام اور اردن جیسے ممالک کے بعض حصوں کو بھی شامل کرنا۔

یہاں تک کہ صرف ایک بار فلسطین کے ہمسایہ عرب ممالک نے جدت

عمل کو اپنایا ہے اور وہ سن ۱۳۹۳ ہجری قمری کے ماہ رمضان میں شام اور مصر پر حملہ تھا، جو اگرچہ امریکہ اور اسرائیل کے گٹھ جوڑ اور اسلامی ممالک کی کم ہمتی کی وجہ سے پورے نتائج حاصل نہ کر سکا لیکن پھر بھی عرب محاذ کے افتخار اور بعض عرب علاقوں کی آزادی کا باعث بنا۔ اس کے بعد آج تک صہیونیوں اور اس کے حامیوں نے جن میں امریکہ سرفہرست ہے ساز باز کے نعرے بلند کر کے اور فلسطین پر غاصبانہ قبضے کو مضبوط بنا کر جدت عمل دکھایا ہے اور اپنے حریفوں کو جہاں تک ممکن ہو سکا پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا ہے۔

تمام مسلم ممالک کو فلسطین کی نجات کی راہ میں، ہر محاذ میں آگے آگے رہنے والے ممالک کی سنجیدگی کے ساتھ مدد کرنی چاہئے تھی۔ ماضی میں ہمارے بعض ممالک نے فلسطین کی نجات کی راہ میں کام کرنے والے ممالک کے محاذ کی پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے۔ اس کا سب سے واضح نمونہ پہلوی دور اقتدار میں ایران کی حکومت ہے۔ افسوس کہ اُس وقت ایران صہیونیوں کے لئے ایک پرامن ٹھکانہ اور غاصب حکومت کا سچا معاون تھا۔

برادران و خواہران عزیز! یہ صورتحال اسلامی وقار کے ساتھ میل نہیں کھاتی اور امت اسلامیہ کی تکلیفوں کے طریقہ علاج سے بھی فاصلہ رکھتی ہے۔ ایک طرف تو تمام اسلامی ملکوں کو چاہئے کہ ملت فلسطین کے حقوق کی بازیابی کو عملی جامہ پہنانے میں مناسب حصہ لیں اور ساتھ ہی عالم اسلام کو چاہئے کہ پسپائی کی حالت سے جدت پسندی کی طرف آئیں۔ ان دونوں فرائض کو محض فلسطین اور لبنان کے مومن اور غیور نوجوان بڑی تیزی سے انجام دے رہے ہیں۔ سلام ہو ان پر۔

نام نہاد صلح مذاکرات سے ہماری مخالفت اس کے غیر منصفانہ ہونے، سامراجی ہونے، ذلت آمیز ہونے اور سب سے بڑھ کر اس کے غیر منطقی ہونے کی وجہ سے ہے۔

زمین کے مقابلے میں صلح مسلط کرنے کا اصول یہ معنی رکھتا ہے کہ صہیونی ہمسایہ ملکوں کے علاقوں کو انہیں واپس دیں تاکہ ہم قبول کریں کہ فلسطین کا

تعلق ان سے ہے۔ اس سے زیادہ غیر منصفانہ بات کیا ہو سکتی ہے؟ فلسطین کی قدیم ملت کو اس سے زیاں بار سودے کے سلسلے میں کیا جواب دیا جاسکتا ہے؟ زمانے کے عبرت انگیز مذاقوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غاصب حکومت نے اسے بھی نامناسب سمجھا اور اسے مسترد کر دیا۔ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ عالم اسلام اس سامراجی جذبے کا جواب دے؟

اگر ہم اپنے تعلقات کو منظم اور برادرانہ بنائیں تو ہمارے پاس یہ طاقت ہے۔ امریکہ — انڈونیشیا سے افریقہ کے شمال تک اسلامی ملکوں کے متعدد محاذ کے مقابلے میں کیا کر سکتا ہے؟ آج استکبار کی خوشی کا سبب اس محاذ کا انتشار ہے۔ کیا وہ وقت نہیں آگیا کہ ہم اس صف کو اپنے مفاد میں مستحکم کریں؟

اسلامی حکومت کے قلب میں صہیونی حکومت جیسے دشمن کی موجودگی شاید ہمیں ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک کر سکتی تھی، لیکن استکبار کے خفیہ ہاتھوں نے اپنے سامنے اس خطرے کو بھی دور کر دیا ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ اب ہم ایک دوسرے سے خوف کھاتے ہیں بجایہ کہ ہم اپنے دشمن سے خوف کھاتے۔

وسوسوں، جھوٹ اور شرانگیز پروپگنڈوں نے اسلامی ممالک کو غلط طور پر ایک دوسرے سے خوفزدہ کر دیا ہے۔ گزشتہ ۱۸ سال کے عرصے سے استکبار کے سیاسی منصوبہ ساز مسلسل زہر اگل رہے ہیں تاکہ خلیج فارس میں ہمارے ہمسایوں کو اسلامی ایران سے کہ جس نے اتحاد و برادری کا پرچم بلند کر رکھا ہے، خوفزدہ کر سکیں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ اسلامی ایران کی طرف سے کسی بھی اسلامی ملک کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

اسلامی ایران آج قرآنی احکام کے مبارک سائے تلے زندگی گزارنے کی برکت سے گزشتہ ہر دور سے زیادہ عالم اسلام کی قوت و شوکت، عزت و سربلندی اور وحدت و ہمبستگی کا مشتاق ہے۔ ہم ایرانیوں نے ایمان و اسلام کی برکت سے دشمن کی تشہیراتی سازشوں کے باوجود کم نظیر شکل میں اپنی قومی یکجہتی کی حفاظت کی ہے اور اپنے دشمنوں کے دعوے اور باطنی میلان کے برعکس عوامی حمایت میں اضافہ کیا ہے۔

اس سال کا درخشاں صدارتی چناؤ میدان عمل میں عوام کی روز افزوں موجودگی کا ایک عملی نمونہ تھا۔ جس نے ثابت کر دیا کہ حکومت مستحکم و متحد ہے اور سارے ہی حکام صمیمیت اور یک جہتی کے حامل ہیں حکومت اور اقوام کے درمیان جذباتی رشتہ استوار ہے اور دونوں اعتماد کی فضا سے سرشار ہیں۔ ہمارا یقین اور ہماری خود اعتمادی تمام علمی' سیاسی' اقتصادی اور ثقافتی کوششوں کی حقیقی سمت کو متعین کرتی ہے۔ ہم نے اپنی اسی خود اعتمادی کی وجہ سے کہ جو حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں عطا کی ہے' پہلوی دور کے پس ماندہ اور تباہ و برباد ملک کو کہ جو آٹھ

> اس یاد دہانی کا مقصد ماضی پر فخر کرنا نہیں بلکہ اس حقیقت کی یاد آوری مقصود ہے کہ جو چیز اس تمدن کو وجود میں لائی وہ اسلام اور اس کی حیات افروز تعلیمات ہیں جو آج بھی ہمارے اختیار میں ہیں۔

سالہ مسلط کردہ جنگ کے دوران اور زیادہ تباہ و برباد ہو چکا تھا اس کی از سر نو تعمیر کرنے اور اس کی رونق بحال کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ یہی ہمت و حوصلہ ہم اپنے بعض دوسرے برادر ممالک میں بھی دیکھ رہے ہیں لیکن سب سے زیادہ اہم بات سیاسی قوت و وقار ہے۔ ہماری قوم اور ہماری حکومت اسلام سے متمسک ہونے اور سنجیدگی کے ساتھ سیاسی مشارکت کی برکت سے اپنے ملک میں اپنے اغیار کی مداخلت اور نفوذ کے راستے مسدود کر چکی ہے۔

آج امت مسلمہ اسی خود اعتمادی اور عزت و استقلال کی پیاسی ہے اور ہر ایک کو اس راستے میں کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ایک تاریخی ذمہ داری ہے اور آج اس ذمہ داری کی ادائیگی اور عالم اسلام کی مکمل خود مختاری قوت و شوکت اور عزت و سربلندی کی راہ ہموار ہو چکی ہے۔

اگر ان کوششوں کو ہم آہنگ کرنے کے لئے کسی مرکز کی ضرورت ہے تو وہ اس وقت ہمارے پاس موجود ہے۔ اسلامی کانفرنس تنظیم کو چاہئے کہ اس تنظیم اور آئندہ کے افق پر نظر ڈالے۔

۳۔ اسلامی کانفرنس تنظیم اور آئندہ افق۔

اس وقت مسجد اقصیٰ کی آتش سوزی کے واقعے کو جس کے باعث یہ تنظیم وجود میں آئی۔ ۲۷ سال کا عرصہ گزر رہا ہے۔ آج کی دنیا کے حالات و شرائط کے باعث اس تنظیم سے زیادہ سنجیدہ توقعات وابستہ کی جا رہی ہیں۔

یہ تنظیم مشترکہ مفادات اور مسائل کے سلسلے میں اسلامی ممالک کے حقیقی اتحاد کا مظہر ہو سکتی ہے' اپنے اراکین کی بنیاد پر بات کر سکتی ہے، مطالبہ کر سکتی ہے' اقدام کر سکتی ہے اور ان کی مالی' اقتصادی اور سیاسی قوت کی حامل ہو سکتی ہے، اپنے اراکین کی مشکلات کے حل کا وسیلہ بن سکتی ہے اور جس مقام پر کسی عظیم کام اور مشترکہ ہدف کے لئے امداد اور قوت و طاقت کو اکٹھا کرنا ہو یا کسی متحد یا ہماہنگ کرنے والے عنصر کی ضرورت ہو تو یہ تنظیم وہ عنصر ہو سکتی ہے۔ جس مقام پر

ضرورت ہو وہاں فیصلہ سنائے اور جہاں مفید ہو وہاں نصیحت کرے۔

اس وقت عالم اسلام اگرچہ عالمی تجارت میں بیس فیصد سے بھی کم حصہ دار ہے اور یہی دنیا کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب بھی ہے لیکن اس مقدار میں بھی جو چیز اسلامی ممالک کے درمیان اندرونی تجارت سے مخصوص ہے وہ فی صدی کے اعتبار سے بہت نچلی سطح پر ہے۔ یہ تنظیم اس موثر اقتصادی مسئلے کے سلسلے میں کہ جو اسلامی ممالک کی سیاست پر بھی اثر انداز ہوگا 'فعال کردار' ادا کرسکتی ہے۔ اس وقت ہمارے بعض ممالک قدرتی اور پیداواری وسائل کے ساتھ ساتھ قابل قدر علمی، صنعتی اور ثقافتی قوت و توانائی کے حامل ہیں جبکہ بعض دوسرے ممالک ان چیزوں کے شدید ضرورتمند ہیں۔ یہ تنظیم ان وسائل کے عادلانہ اور منطقی تبادلے کے سلسلے میں سنجیدہ کردار ادا کرسکتی ہے۔

آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سے مسلمانوں کی ایک آبادی ایسے جانگسل درد و رنج میں مبتلا ہے کہ جن کے فوری علاج کی ضرورت ہے۔ مثلاً اس وقت افغانستان میں "بامیان" جیسے بعض صوبے بھوک اور ان علاقوں کے موسم سرما کی شدید سردی کے خطرے سے دوچار ہیں۔ ملت عراق اس وقت خوراک اور دوا کے فقدان کی وجہ سے تاریخ کے المناک ترین دور سے گزر رہی ہے اور لاکھوں انسانوں خاص کر بچوں کی جان خطرے میں ہے۔ الجزائر میں خفیہ عناصر کی طرف سے وحشتناک ترین جرائم کا ارتکاب کیا جارہا ہے تاکہ اسلام پسندوں پر اس کا الزام لگایا جاسکے اور اسلام کے چہرے کو مسخ کیا جاسکے۔ بوسنیا، کشمیر، صومالیہ، قرہ باغ اور دیگر مسلمان آبادی والے علاقے مشکلات سے دوچار ہیں۔ اسلامی کانفرنس تنظیم اپنی مخصوص کمیٹیوں سے استفادہ کرتے ہوئے ان کاموں کے لئے کمر ہمت باندھ سکتی ہے۔ اور موثر و مفید کام کے ذریعے کہ جس میں اس کے تمام اراکین شریک ہیں مشکل کو حل کرسکتی ہے۔

ہمیں اس تنظیم کو اپنے ممالک کے درمیان موجود مسائل کے سلسلے میں فعال کرنے کے لئے ثروت مند اسلامی ممالک کی طرف سے مالی، افرادی اور اجتماعی ارادے و ہمت کے سوا کسی اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ ان حکومتوں کی ممکنہ مخالفت کہ جنہیں اتحاد اسلامی سے نقصان پہنچتا ہے اس راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کرسکتی مگر یہ کہ ہمارے ارادے اور حوصلے متزلزل ہو جائیں۔ جس وقت بلقان کے مسلم عوام کی وحشیانہ ترین طریقے سے نسل کشی کی جارہی تھی اور وہ قوم تن تنہا بعض طاقتوں کے منظم فوجی حملے اور بعض دوسری لاتعلق نگاہوں کے مقابلے میں اپنی اسلامی پہچان اور تشخص کا دفاع کررہی تھی تو ایک ایسے مرکز کی جگہ خالی تھی تاکہ وہاں بھائیوں کے بعض زخموں پر مرہم کا کام کرسکتا اور اس مظلوم قوم کے حق میں عالمی توازن کا پلڑا جھک جاتا۔

اس وقت خلیج فارس میں کہ جو اسلامی سمندر اور یورپی دنیا کے لئے انرجی کا اہم مرکز ہے، اغیار کے جنگی بحری بیڑے اور خاص کر سب سے زیادہ امریکی فوجی اور امریکہ کا فوجی ساز و سامان، بدامنی کا باعث بن رہا ہے۔ ایک طاقتور اسلامی کانفرنس تنظیم ایک طرف تو اسلامی قوت و شوکت اور عزت و وقار کی زبان استعمال کرکے اغیار کو مزاحمت ختم کردینے پر مجبور کرسکتی ہے تو دوسری طرف ان کی بے جا موجودگی کا بہانہ دور کرسکتی ہے اور جب بھی ضرورت ہو اس علاقے میں صلح و سلامتی کی حفاظت کے لئے اسلامی ممالک کی فوج تعینات کرسکتی ہے۔

اس وقت دنیا کے بعض ممالک میں مسلمان اقلیتوں سے امتیازی سلوک اور متعصبانہ برتاؤ کیا جارہا ہے جس کی وجہ سے وہ سخت درد و رنج میں مبتلا ہیں ان کی مدد کرنا تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے لیکن بین الاقوامی تعلقات کے دائرہ کار میں قابل قبول اور سنجیدہ امداد کے لئے ایک بین الممالک اسلامی مرکز کی ضرورت ہے اور اسلامی کانفرنس تنظیم سے زیادہ مناسب کون سا مرکز ہو سکتا ہے؟

ایسے دسیوں کام موجود ہیں جو انجام پانے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کام ہر ایک اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جو کچھ میں عرض کرچکا ہوں وہ ان کاموں کی چند عملی مثالیں تھیں اور ان تمام موارد میں کسی بھی اسلامی ملک کا کردار بین الممالک اسلامی مرکز کی خالی جگہ کو پر نہیں کرسکتا۔

برادران و مہمانان عزیز! اللہ تبارک و تعالیٰ کی قوت و طاقت کی مدد سے ہمیں موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے ایک دوسرے کے نزدیک ہونا چاہئے 'اپنے درمیان نقطہ اتصال اور مرکز کی تقویت کرنی چاہئے کہ اسلامی کانفرنس تنظیم کو چاہئے کہ اپنی قراردادوں پر مکمل عمل درآمد تک آرام سے نہ بیٹھے تاکہ یہ اجلاس ہماری قوموں کے لئے فائدہ مند ثابت ہوسکیں، علاوہ ازیں اسے اسلامی ممالک کی بین المجالس مشترکہ پارلیمنٹ چاہئے 'مشترکہ اسلامی منڈی کی پرانی آرزو کو ایک عملی حقیقت میں بدلنا چاہئے 'اسلامی حکومتوں کی عدالت کی بنیاد رکھنی چاہئے اور بالآخر ۵۵ ممالک اور ایک ارب سے زیادہ کی مسلمان آبادی کے نمائندے کے طور پر اسلامی کونسل کا مستقل رکن بننا چاہئے اور جب تک ویٹو کا حق موجود ہے 'اس کونسل میں ویٹو کے حامل چھٹے رکن کی حیثیت سے اپنا وجود منوانا چاہئے۔ اس کانفرنس کا آئندہ افق یہی ہے اور یہی امت اسلامیہ کے مستقبل کو متعین کرسکتی ہے۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کے سربراہان مملکت کے آٹھویں اجلاس میں

حجت الاسلام سید محمد خاتمی کا افتتاحیہ خطاب

اسلامی کانفرنس تنظیم کے سربراہان مملکت اسلامیہ کا آٹھواں اجلاس تہران میں دسمبر ۱۹۹۸ء کو منعقد ہوا جس میں ۵۴ اسلامی ملکوں کے سربراہوں، حاکموں اور بلند مرتبہ سرکاری نمائندوں نے شرکت کی جس میں اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر حجت الاسلام سید محمد خاتمی نے، جو سردست اس تنظیم کے بھی صدر ہیں، معزز حاضرین سے خطاب فرمایا۔

اپنی افتتاحیہ تقریر میں صدر خاتمی نے دنیائے اسلام کے موجودہ مصائب و آلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "صہیونی حکومت کی نسل پرست، جنگ طلب اور ظالمانہ و جابرانہ خصلت، بین الاقوامی اصول و قوانین کی اعلانیہ پامالی اور حکومتی دہشت گردی ہی علاقائی امن و سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔" صدر خاتمی نے ملت اسلامیہ کے مصائب و آلام کے مشترکہ حل، جدید عالمی عادلانہ نظام میں اسلامی ممالک کی عملی شرکت اور بین الاقوامی صلح سلامتی کی تشکیل میں مثبت اور تعمیری کردار کو اسلامی کانفرنس تنظیم کا اہم اور بنیادی مقصد قرار دیا۔ واضح رہے کہ تہران کے حالیہ اجلاس میں ۵۴ اسلامی ممالک کے سربراہوں اور حکمرانوں نے اپنی عملی شرکت کے ذریعہ اس اجلاس کی عظمت کو چار چاند لگادئے۔ ذیل میں حجت الاسلام سید محمد خاتمی کی افتتاحیہ تقریر کا متن پیش کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین کرام اس کی اہمیت و افادیت کا اندازہ خود لگا سکیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

سربراہان عالیقدر!

اسلامی کانفرنس تنظیم کے محترم سکریٹری جنرل!

تنظیم اقوام متحدہ کے محترم سکریٹری جنرل!

ہمارے عزیز مہمانان گرامی قدر!

بہنو اور بھائیو!

اسلامی کانفرنس تنظیم ممبر ممالک کے سربراہوں کے آٹھویں اجلاس میں شرکت کی غرض سے اسلامی دنیا کے مختلف علاقوں سے اپنے وطن دوم یعنی جمہوری اسلامی ایران تشریف لانے والے "آپ" سبھی گرانقدر مہمانوں کا "میں" خیر مقدم کرتا ہوں اور برادرم جناب ڈاکٹر عزالدین عراقی، سکریٹری جنرل اسلامی کانفرنس کا شکر گزار ہوں کہ وہ اس تنظیم کو اس کے بنیادی اغراض و مقاصد کی راہ پر قائم رکھنے میں ہمہ تن سرگرم رہے ہیں اور موجودہ سربراہ کانفرنس کی تشکیل میں ہماری ہر ممکن مدد کی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اپنی بات کی شروعات ان تلخیوں سے کروں جو ہم لوگوں کے درمیان موجود ہیں یا اس شادمانی و خوشحالی کا ذکر چھیڑوں جو ہم لوگوں کے درمیان ہونی چاہئے۔ کیا اس تنظیم کی تشکیل کے بنیادی مقاصد میں یہ بات شامل نہیں ہے کہ ہم لوگ اپنے درد و مصائب کا مشترکہ حل تلاش کریں اور مسلم ملکوں کو اس بلندی و عظمت تک پہونچانے کی کوشش کریں جس کے وہ مستحق ہیں؟ کیا اس عظیم مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے موجودہ صورتحال کو درگزر کرتے ہوئے اپنے درد و مصائب کا حل تلاش نہ کرنا چاہئے؟ اور دنیا میں کسی درد کا علاج اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک شروع ہی میں اس درد کی مکمل شناخت نہ ہو جائے۔ اگر درد کی صحیح شناخت ہو جائے تو بہتر سے بہتر علاج کی جستجو کی جاسکتی ہے اور بالآخر ٹھوس اور اٹل ارادہ اور لگاتار کوشش کے ذریعہ بڑی کامیابی کے ساتھ درد و مصائب کو دور کیا جاسکتا ہے۔

ہمارا سب سے بڑا درد یہ ہے کہ امت اسلامیہ، جو ایک طویل مدت تک علم و دانش اور تہذیب و تمدن کی علمبردار رہی ہے، آخری چند صدیوں کے دوران غیر معمولی کمزوری و پسماندگی کا شکار ہو گئی ہے اور دنیا میں رائج زرق برق والی تہذیبی قدروں کے مقابلے میں اسے دردناک خجالت و شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے

اور اس بات کا بھی موقع نہیں ملا کہ وہ موجودہ عالمی تمدن کی نعمتوں اور برکتوں سے بھر پور فائدہ اٹھا سکے۔

ہماری چند صدیوں کی خجالت و شرمندگی در حقیقت اس تہذیب و تمدن کے خاتمہ کا نتیجہ ہے جو ایک زمانہ تک دنیائے بشریت کی پیشانی پر ایک ستارہ کی طرح چمکتی رہی ہے اور موجودہ دور کی تہذیب بھی اس کی مدیون و مرہون منت ہے اور آج بھی اس کے جو اثرات باقی رہ گئے ہیں وہ نہایت ستائش انگیز ہیں۔

موجودہ دور میں گزشتہ تمدن کی مکمل بازیابی و ترویج تو فی الحال ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کا وقت گزر چکا ہے بفرض محال اگر ممکن بھی ہو جائے تو اب یہ بات مطلوب و پسندیدہ نہیں رہ گئی ہے۔

اگر تمدن انسان کے ان سوالوں کا جواب ہے جو وہ کائنات 'وجود بشر اور انسان کے سلسلے میں خود اپنی ذات سے یاد کیا کرتا ہے نیز اگر تمدن اس کوشش کا نتیجہ ہے جو انسان اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کرتا ہے تو پھر یہ بات پوری طرح واضح اور ثابت ہے کہ انسان سوالات اور ضرورتوں کا مجموعہ ہے اور وقت و حالات نیز زمان و مکان میں تبدیلی کے ساتھ ہی ساتھ اس کی ضرورت اور اس کے سوال میں فطری تبدیلی کا پیدا ہونا یقینی ہے اور کسی بھی تہذیب و تمدن کا ثبات قدم اسی وقت تک ممکن ہے جب تک اس میں بدلے ہوئے حالات میں عصری تقاضوں کو پورا کرنے اور ان کے سوالوں کا جواب فراہم کرنے کی صلاحیت برقرار ہے اور اگر اس میں یہ صلاحیت باقی نہیں رہ گئی ہے تو اس کی نابودی یقینی ہے کیونکہ تمدن ایک بشری اور انسانی کام ہے جس کو ایجاد و تخلیق 'تعمیر و ترقی اور خاتمہ و نابودی کی منزلوں سے بہر حال گزرنا ہی پڑتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے زمانہ کے لوگوں کے مسائل و سوالات اور ان کی حاجت و ضرورت گزشتہ دور کے لوگوں کے اکثر سوالات اور ان کی ضروریات سے مختلف ہیں۔ مغربی تہذیب و تمدن دنیا کے لوگوں کے سوالات اور ان کی ضروریات کا فطری جواب ہے اور اگر گزشتہ صدیوں کے دوران مغربی تمدن کے مقابلے میں خجالت و شرمندگی کا شکار ہوئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف اسباب و عوامل کی وجہ سے ہم لوگ سوال سے محروم ہو گئے اور جس قوم کے پاس سوال نہیں ہیں اور جو قوم غور و فکر سے محروم ہے اس کو بہر حال خجالت و شرمندگی سے دوچار ہونا ہے اور دوسروں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے۔

لیکن اہم بات یہ ہے کہ اس بات کی طرف متوجہ ہو جائیں کہ یہ خجالت و شرمندگی' سستی و کمزوری اور پامالی و پسماندگی ہم لوگوں کی آخری قسمت نہیں ہے اور جو قوم دنیائے بشریت کی تاریخ میں درخشاں ترین تہذیبی روایات اور تمدنی معیاروں کی خالق رہی ہے اس میں دوبارہ تمدن سازی کی قدرت بدرجہ اتم موجود

جو قوم دنیائے بشریت کی تاریخ میں درخشاں ترین تہذیبی روایات اور تمدنی معیاروں کی خالق رہی ہے اس میں دوبارہ تمدن سازی کی قدرت بدرجہ اتم موجود ہے۔

ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ یہ قوم ذکر و فکر سے مالا مال ہو جائے اور ذکر و فکر کا یہ گرانقدر سرمایہ مندرجہ ذیل وسائل کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔

۱۔ غیر معمولی غور و فکر کے ساتھ اپنی تاریخی وراثت اور اپنے عظیم الشان ماضی کی طرف واپسی 'جس کا ایک بنیادی حصہ وحی الٰہی سے جڑا ہوا ہے جس میں ہمیشگی اور جاودانگی پائی جاتی ہے اور دوسری طرف یہ تاریخی وراثت ممتاز ثقافتی وسعت کی حامل بھی ہے اور ماضی سے پوری طرح جڑی ہوئی ہے۔

۲۔ دوبارہ تمدن ساز بننے کے لئے دوسری اہم چیز زمانہ کی گہری اور صحیح شناخت ہے اور اس سلسلے میں ہم لوگوں کو اس حقیقت کی طرف بخوبی متوجہ رہنا چاہئے کہ اسلامی تمدن یا بعبارت دیگر مسلمانوں کے تمدن اور ہم لوگوں کی موجودہ زندگی کے درمیان "مغربی تمدن" نام کی چیز حائل ہو گئی ہے جس کی وجہ سے اسلامی تمدن اور عصری مسلمانوں کے درمیان فاصلہ پیدا ہو گیا ہے۔ واضح رہے کہ مغربی تہذیب و تمدن میں موجود مثبت پہلوؤں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں غیر مغربی لوگوں کے لئے منفی پہلوؤں کی فراوانی دکھائی دیتی ہے اور ہم لوگوں کا زمانہ در اصل مغربی تہذیب و تمدن کے غلبہ کا دور ہے جس کی شناخت و مکمل معرفت لازمی ہے تاکہ اس تمدن کی ظاہری زرق برق سے متاثر ہوئے بغیر اس کے نظریاتی اور معیاری اصولوں تک رسائی حاصل کی جا سکے۔

پس ہم لوگوں کو اپنے ماضی سے بخوبی واقف و آگاہ رہنا چاہئے البتہ ماضی کی شناخت و معرفت کا مقصد ماضی کی طرف واپسی یا اس میں توقف نہیں ہے کیونکہ ماضی کی طرف واپسی ہی تو رجعت پسندی ہے اور ارتجاع و رجعت پرستی سے ہمارا کوئی سروکار نہیں ہے بلکہ ہمیں اپنی شناخت کے جوہر کو حاصل کرنے نیز وقت و حالات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی عادتوں اور ذہنوں کی پاکیزگی کے لئے اپنے ماضی کا دانشمندانہ تجزیہ کرنا لازمی ہے تاکہ ہم لوگوں کو موجودہ زمانہ میں عزت و عظمت کی اساس حاصل ہو جائے اور اس اساسی محور و مرکز سے ہم ایک ایسے مستقبل کی طرف پرواز کر سکیں جو ہمارے ماضی سے بھی زیادہ درخشاں اور عظیم ہو۔

در حقیقت ہم اپنے اس عظیم مقصد میں اسی وقت کامیاب ہو سکتے ہیں جب ہم انصاف

اور لازمی مہارت کے ساتھ مغربی تمدن کے مثبت سماجی، فنی اور علمی تجربوں سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں کیونکہ ہمیں اپنی مطلوبہ منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے اس مرحلہ سے گزرنا لازمی ہے۔

جی ہاں اگر مسلمان ممالک کی پسماندگی اور شرمندگی کی داستان دردانگیز ہے تو اس سے زیادہ رنجیدہ و پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم لوگوں کو اچھی طرح معلوم رہنا چاہئے کہ لازمی آگاہی، اٹل ارادہ اور مستحکم اتحاد و ہم آہنگی کے ذریعہ ہی ہم اپنی تقدیر بدل سکتے ہیں اور ان درد و مصائب سے پوری طرح نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر ہم لوگ اسلامی نگاہوں سے کام لیں اور مفاہمت سے کام لیتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ رہیں اور اسلامی اخوت و برادری کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کریں تو ہم لوگ اپنی موجودہ اور آئندہ نسل کو جدید اسلامی تمدن کی طرف لے جا سکتے ہیں اور اس کام کے لئے سب سے پہلے ہم لوگوں کو اپنے ملکوں میں "متمدن اسلامی معاشرہ" کو عملی رنگ و روپ دینا ہوگا۔

ہم اپنے ملک میں جس "متمدن معاشرہ" کی تشکیل و تکمیل کے خواہاں ہیں اور تمام اسلامی ممالک سے جس معاشرہ کی تشکیل کی اپیل کرتے ہیں، اس میں یونان کا فلسفیانہ طرز اور روم کے سیاسی تجربات کی جھلک آج بھی محسوس کی جا سکتی ہے اور جس متمدن معاشرہ نے قرون وسطی سے گزرنے کے بعد نئی دنیا میں اپنی خصوصی شناخت قائم کرلی ہے جو دوسرے تمدن سے بالکل مختلف ہے۔ اگرچہ جملہ علائم و نتائج کے اعتبار سے دونوں کے درمیان لازمی طور پر کوئی فرق و اختلاف نہ ہونا چاہئے تھا لہذا متمدن مغربی معاشرہ کے مثبت پہلوؤں کو قبول کرتے وقت ہم لوگوں کو غفلت و لاپرواہی سے کام نہ لینا چاہئے۔

تاریخی اور نظریاتی اصول و عقائد کے اعتبار سے مغربی معاشرہ، یونانی حکومت اور روم کے سیاسی نظام کا ایک اہم شعبہ معلوم ہوتا ہے جبکہ ہم لوگ جس متمدن معاشرہ کے خواہاں ہیں، تاریخی اور نظریاتی اصول و عقیدہ کے اعتبار سے اس کی جڑیں "مدینۃ النبی" میں پائی جاتی ہیں۔

"یثرب" کو "مدینۃ النبی" میں تبدیل کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک نام کی جگہ دوسرا نام رکھ دیا گیا۔ بالکل اسی طرح "ایام الجاہلیۃ" کو "ایام اللہ" میں تبدیل کرنے کا مطلب صرف نام کی تبدیلی نہیں ہے۔ واضح رہے کہ "مدینہ" فقط خاک و سرزمین نہیں ہے اور "ایام اللہ" سے کوئی مخصوص وقت مطلوب و مقصود نہیں ہے۔

"مدینۃ النبی" اور "یوم اللہ" کے ساتھ دنیا میں ایسی معنوی تاریخ و جغرافیائی حدود کا ظہور ہوتا ہے جو ایک قسم کی ثقافت اور طرز فکر و نقطۂ نظر کا سر آغاز قرار پائی ہے اور آخر کار اسلامی تہذیب و تمدن کی شکل میں منظر عام پر رونما ہوتی ہے۔ یہ ثقافت کائنات اور انسان دونوں کی ابتداء و آفرینش کے سلسلے میں مخصوص نظریہ کی حامل ہے اور اس ثقافت و اس کے مخصوص نظریہ نے صدیوں سے مسلمانوں کے ذہن میں اپنا گھر بنا رکھا ہے اور عصر حاضر میں مسلمانوں کو مشترک وطن کی ضرورت "پہلے سے کہیں زیادہ ہے۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے درمیان موجود سماجی، جغرافیائی اور قومی فرق و تفاوت اس بات کا باعث بن گیا ہے کہ وہ "جوہر فرد" جو مختلف النوع رنگوں اور غذاؤں کی صورت میں رونما ہو لیکن "مدینۃ النبی" ہم لوگوں کا معنوی مکان اور "یوم اللہ" ہم سبھی لوگوں کی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے یا ہماری زندگی کا ایک اہم حصہ ہونا چاہئے۔ درحقیقت سرزمین شرک و ناانصافی سے ہجرت کے نتیجے میں مدینہ کا ظہور ہوتا ہے بالکل اسی طرح جیسے دور جاہلیت سے مکمل جدائی و علیحدگی کے بعد ہی "وقت اور حضور الہی" کے مقدس دائرہ میں داخلہ نصیب ہوتا ہے۔

مشترک اسلامی وطن میں سکونت اختیار کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رجعت پسندی عصر حاضر کی علمی نعمتوں اور برکتوں کی تردید اور دیگر اقوام عالم کے خلاف صف آرائی و نبرد آزمائی ہو۔ ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے بالکل برعکس ایک مشترک اسلامی وطن میں قیام کے بعد ہم دنیا کی تمام دوسری قوموں کے ساتھ صلح و سلامتی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔

صلح و سلامتی کی زندگی فقط اسی صورت میں عملی رنگ و روپ اختیار کر سکتی ہے جب انسان دیگر قوموں کی ثقافت، فکری راہ و روش اور صلاحیت و دلچسپی سے بخوبی واقف و آشنا ہو اور دنیا کی تمام قوموں کے ثقافتی اور معنوی وجود کو بخوبی سمجھنے کے لئے یہ لازم ہے کہ ان سے "مذاکرہ و گفتگو" کا اہتمام کیا جائے اور مذاکرہ و گفتگو اسی وقت ممکن ہے جب اس میں شریک طرفین صحیح و سالم اور اپنے حقیقی رنگ و روپ میں موجود ہوں ورنہ مذاکرہ بالکل بے معنی ہوگا اور اس سے کسی خیر یا اصلاح کی امید بھی نہیں کی جا سکتی ہے چنانچہ مشترکہ اسلامی گھر یا وطن یعنی مدینۃ النبی میں مسلمانوں کے قیام یا سکونت پذیر ہونے کا مطلب و مقصد یہ ہے کہ مسلمان اپنی حقیقی شکل و صورت میں آجائیں اور انہیں حقیقی شناخت حاصل ہو جائے۔

ہمارے متمدن معاشرہ میں اگرچہ اسلامی فکر و ثقافت کو کلیدی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے لیکن اس میں انفرادی یا اجتماعی ظلم و ناانصافی، اکثریت کی مطلق العنانی اور اقلیتوں کو نابود اور بے حوصلہ کرنے کی کوشش جیسی کسی چیز کا ہرگز گزر نہیں ہے۔ ہمارے مجوزہ اسلامی سماج میں انسان محض انسان ہونے کی وجہ سے لائق احترام ہے اور اس کے جملہ انسانی حقوق بھی اس معاشرہ کی نظر میں محترم ہیں۔ ہمارے مجوزہ متمدن اسلامی معاشرہ میں زندگی بسر کرنے والوں کو اپنی قسمت کے فیصلے کا پورا حق حاصل ہوگا اور وہ اپنے حاکموں سے ان کے اعمال و افعال کے سلسلے میں بازپرس کرنے کے لئے پوری طرح مجاز ہوں گے۔ اس اسلامی معاشرہ میں حاکم "عوام الناس" کا خدا متصور اور ان کا مالک و آقا نہیں بلکہ وہ عوام الناس کے سامنے بہر حال جوابدہ ہے کیونکہ خداوند عالم نے عوام الناس کو یہ حق عطا کیا ہے کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ خود کریں۔

ہمارا متمدن معاشرہ ایسا معاشرہ نہیں ہے جس میں صرف مسلمانوں کو ایک شہری کے جملہ حقوق حاصل ہوں بلکہ یہ ایسا معاشرہ ہے جس میں حکومتی نظام اور قانون کے دائرہ میں ہر انسان کو اس کے لازمی حقوق حاصل ہیں اور عوام الناس کے حقوق کی حفاظت کرنا حکومت کی عین اور اہم ذمہ داری ہے۔

انسانی حقوق کا احترام اور اصول و قوانین کی پیروی کی بات ہم کسی سیاسی مصلحت کی بنیاد پر یا محض دوسروں کے لب و لہجہ سے تال میل قائم کرنے کے لئے نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ یہ ہماری دینی تعلیم اور مذہبی احکام کا فطری نتیجہ اور نچوڑ ہے۔ حضرت علی علیہ السلام اپنے دور حکومت میں یہ فرمان جاری کرتے ہیں کہ صرف مسلمانوں کے سلسلے میں نہیں بلکہ تمام لوگوں کے سلسلے میں عدل و انصاف کے اصولوں کی پیروی کی جائے۔ "فانهم صنفان: اما اخ لك فى الدين او نظير لك فى الخلق"

ہمارا متمدن اسلامی معاشرہ نہ تسلط گر ہے اور نہ تسلط پذیری کو پسند کرتا ہے یعنی ناجائز دباؤ ڈالنا اور دوسروں کے ناجائز دباؤ کو قبول کرنا دونوں ہی ناپسندیدہ امر ہیں اور قوموں کو یہ حق عطا کرتا ہے کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ خود کریں اور شرافت مندانہ زندگی بسر کرنے کے لئے لازمی وسائل و امکانات حاصل کرنے کے لئے پوری طرح آزاد ہوں۔ یہ اسلامی معاشرہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے سر نہیں جھکاتا ہے اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی غرض سے حکم قرآن کریم کے مطابق، مادی و معنوی ترقی کے جملہ وسائل و امکانات کی فراہمی کو اپنا فریضہ تصور کرتا ہے اور تسلط گری و تسلط پذیری کی تردید یعنی دنیا کے ملکوں کے درمیان باہمی روابط کے میدان میں جھوٹ اور طاقت کے استعمال کی تردید کرتا ہے اور اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ بین الاقوامی روابط میں منطق اور احترام باہم جیسے اہم اور بنیادی اصولوں کی جگہ پر طاقت اور مکر و فریب کا استعمال کیا جائے۔

ہم جس متمدن اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں سرگرم عمل ہیں وہ ہماری "اجتماعی شناخت" پر مبنی ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے مفکرین اور دانشمندوں کی لگاتار کوشش لازمی ہے۔

ہم جس متمدن اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں سرگرم عمل ہیں وہ ہماری "اجتماعی شناخت" پر مبنی ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے مفکرین اور دانشمندوں کی لگاتار کوشش لازمی ہے۔ یہ اچانک مل جانے والا خزانہ نہیں ہے بلکہ حیات و معنویت کا ایسا چشمہ ہے جس کو ہمہ وقت ابلتا رہنا چاہئے پس اس سے آہستہ آہستہ ہی استفادہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب ہمیں مسلمانوں کی فکری و اعتقادی روایات اور ان کی گرانقدر ثقافتی میراث کا قدرے اندازہ ہو اور دوسری طرف ہم فلسفیانہ اور علمی اعتبار سے موجودہ دنیا سے بخوبی واقف و آگاہ بھی ہوں اور اسی وجہ سے قوم کے مفکرین اور دانشمند افراد ہی اس تحریک کے بنیادی محور و مرکزی حیثیت رکھتے ہیں اور اس راہ میں ہماری توفیق و کامیابی اس بات سے جڑی ہوئی ہوگی کہ سیاست کو فکر و فضیلت کا خادم قرار دیا جائے نہ کہ سیاست ان دونوں کو اپنے دائرہ میں محصور و محدود کرے۔

جو باتیں عرض کی گئی ہیں وہ محض خیال پردازی نہیں تھی بلکہ اس مقصد کی نشاندہی مقصود تھی جس تک پہنچنا ممکن ہے اور اس مقصد تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا ہم سبھی لوگوں کا فریضہ ہے۔

ہمارا اعتقاد و ایمان ہے کہ ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے ساتھ اس روشن راستہ پر آگے بڑھنے کا کام شروع ہو چکا ہے اور ہماری قوم مکمل سکون و اطمینان اور مسائل و مشکلات کے مقابلے میں مکمل ثابت قدمی کے ساتھ اندرونی رجعت پسندانہ رکاوٹوں کا مقابلہ کرتے ہوئے اس راہ پر آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے اور اسے اس راہ میں آنے والی اندرونی رکاوٹوں کے علاوہ بیرونی سازش اور غیر معمولی سیاسی و اقتصادی دباؤ کا بھی سامنا کرنا پڑا ہے پھر بھی وہ اپنی راہ پر گامزن ہے اور ہر حال میں بالخصوص موجودہ حالات میں ملت اسلامیہ عالم دنیا کی حکومتوں نیز ان تمام غیر مسلم حکومتوں کی طرف تعاون و دوستی کا ہاتھ پھیلائے ہوئے احترام کے اصول کے پابند ہیں۔

تامل و تفکرات کائنات میں جدوجہد اور تدبیر و کوشش اور دنیا کی قوموں سے پند و نصیحت حاصل کرنے پر اس قدر تاکید کی گئی ہو؟ ہر طرح کے قومی، نسلی، زبانی اور مذہبی اختلافات کے باوجود قرآن کریم ہمارے درمیان وحدت و اتحاد کا وسیلہ اور ہم لوگوں کے درمیان باہمی ارتباط و تعلقات کی مضبوط رسی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ہم اس قدر و منزلت کو سمجھیں اور جمود و عادت پرستی اور دوسری طرف دوسروں کے سامنے خود سپردگی سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے نہایت غور و فکر کے ساتھ قرآن مجید سے رجوع کریں اور اپنی حالیہ و آئندہ زندگی کے افق کو اس کے مثالی نور سے منور کر لیں۔

موجودہ اجلاس کی مناسبت سے اس کانفرنس میں شریک محترم سربراہوں کی خدمت میں مسلمان ممالک کے اہم ترین موضوعات و مسائل کے سلسلے میں اپنی بات کو اجمالی انداز میں پیش کرتے ہوئے اسلامی کانفرنس تنظیم سے بھرپور تعاون کا طالب ہوں تاکہ مسائل کا حل تلاش کرنے کے لئے موثر اور عملی قدم اٹھایا جا سکے۔

ہم لوگوں کو بڑی ہوشیاری سے کام لینا چاہئے کہ مسلمانوں کی اقتصادی و ثقافتی اور سیاسی موجودیت کے خلاف روزافزوں دھمکیاں، ہماری سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں۔

خداوند عالم نے ہم مسلمانوں کو جس عزت و احترام سے سرفراز کیا ہے اس کی بحالی و بازیابی کے لئے نیز موجودہ دنیا میں اپنا جائز حصہ حاصل کرنے کے لئے لازمی طاقت کی فراہمی کی خاطر اور نو تشکیل شدہ عالمی تمدن میں اپنی عملی اور سرگرم شرکت کے لئے ہم مسلمانوں کو کم از کم دو اہم اور بنیادی چیزوں کا اہتمام کرنا ہوگا ایک عقل و فکر اور دوسری اہم چیز اتحاد و ہمبستگی ہے' غور طلب بات یہ ہے کہ کیا ان دو انتہائی گرانقدر چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے پیغمبر اکرمؐ کی عظیم میراث قرآن کریم سے زیادہ اہم و موثر کوئی دوسری چیز ہو سکتی ہے؟ دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کے علاوہ دنیا میں ایسی کونسی دوسری کتاب موجود ہے جس میں غور و فکر،

ا۔ عادلانہ جدید عالمی نظام:

اپنی مرضی اور مطالبات کو ساری دنیا پر مسلط کرنے کے لئے دنیا کی تنہا بڑی طاقت امریکہ کے ماہرین سیاست اس بات کی کوشش کر رہے ہیں کہ ساری دنیا امریکی مفاد کے لئے کام کرے۔ گزشتہ دو قطبی نظام کے خاتمہ کے بعد آج عالمی روابط اور دنیا' تاریخ کے نئے مرحلہ سے گزر رہی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ آج سے دنیا میں اکثریت پسندی کے اصول کی بنیاد پر ایک نیا عالمی نظام ابھر کر سامنے آرہا ہے اور خداوند عالم کی مدد سے یہ نظام کسی بڑی طاقت پر منحصر ہونے والا نہیں ہے۔ جو چیز ہم اسلامی ملکوں کے لئے اہمیت کی حامل ہے وہ یہ کہ ہم ہر قسم کی توسیع پسندی کا

جو چیز ہم اسلامی ملکوں کے لئے اہمیت کی حامل ہے وہ یہ کہ ہم ہر قسم کی توسیع پسندی کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اس بات کی بھرپور کوشش کریں کہ جدید عالمی سیاسی نظام کی تشکیل اور عالمی روابط کے میدان میں ہم اپنی مناسب جگہ بنالیں لیکن اس کام کے لئے تمام اسلامی ملکوں کے درمیان مفاہمت' باقاعدہ منصوبہ بندی اور مشترکہ کوشش لازمی ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک اپنی حیثیت نیز اپنے وسائل وامکانات کا بھرپور تجزیہ کریں اور اپنے اردگرد کے ماحول کا محققانہ اندازہ لگانے کے بعد دیگر ملکوں کے ساتھ سیاسی ہمبستگی پیدا کرنے کے لئے ہر ممکن داخلی وسائل وامکانات کا استعمال کریں تاکہ عالمی سطح پر ہونے والے فیصلوں میں وہ اپنی موجودگی کو موثر بنا سکیں ابتدائی مرحلہ میں ہم لوگوں کو مشترکہ میراث ومفاد کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ہر شعبے میں مذاکرہ وگفتگو کرنی چاہئے تاکہ نظریاتی اعتبار سے ہم لوگوں کے درمیان قربت ونزدیکی پیدا ہوسکے اور اس کے بعد ان مشترکہ امکانات کو تمام ممالک کے فائدہ کے لئے کارآمد انداز میں استعمال کیا جاسکے۔

۲۔ علاقائی اور عالمی سطح پر صلح وسلامتی:

دنیا میں جدید انسانی نظام کی تشکیل میں اسلامی دنیا کی تاریخی رسالت کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے مشترکہ کوشش کے اصول کے مطابق تمام ملکوں کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ عالمی صلح وسلامتی کو قائم رکھنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور تعاون کریں۔

دنیا میں پائدار صلح وسلامتی قائم رکھنے کے لئے یہ لازمی ہے کہ ایک فرضی اور من گھڑت خارجی دشمن کے وجود پر مبنی سرد جنگ کی پالیسی سے دوری وعلیحدگی اختیار کی جائے۔ افسوس کی بات ہے کہ دنیا میں بعض وسعت طلب گروہ اسلام کے بارے میں ایک خیالی دشمن کی تخلیق میں لگے ہوئے ہیں یعنی وہ دنیا کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسلام ایک خطرناک دشمن کا روپ اختیار کرسکتا ہے لہذا یہ ہم سبھی اسلامی ملکوں کا فریضہ ہے کہ بھرپور اور موثر باہمی تعاون کے ذریعہ ہم علاقائی اور عالمی صلح وسلامتی کو قائم رکھیں اور عالمی وعلاقائی سطح پر لوگوں کے اعتماد کو بحال رکھتے ہوئے' دشمنوں نے اسلام کے سلسلے میں لوگوں کے ذہنوں میں جو بدگمانی پیدا کررکھی ہے' اس کو اپنے عمل کے ذریعہ غلط اور بے بنیاد ثابت کردیں۔

ہم لوگوں کو بڑی ہوشیاری سے کام لینا چاہئے کہ مسلمانوں کی اقتصادی وثقافتی اور سیاسی موجودیت کے خلاف روز افزوں دھمکیاں' ہماری سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ ہیں اور امت اسلامیہ کی اعتقادی اور تاریخی شناخت کے خلاف دھمکیوں کی وسعت نے' جو ثقافتی حملات کی شکل میں باقاعدہ منظر عام پر آچکی ہے'

ہم لوگوں کو انتہائی حساس موڑ پر کھڑا کردیا ہے اور اس بنیادی خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم لوگوں کے درمیان غیر معمولی اتحاد وہم بستگی کی ضرورت ہے لہذا ہم لوگوں کے درمیان کوئی بھی اختلاف اس لازمی اتحاد کی راہ میں رکاوٹ نہ بننا چاہئے۔

البتہ آج دنیا ایک دوسرے سے اتنا قریب آچکی ہے کہ دنیا کے مختلف علاقوں کی سلامتی کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کیا جاسکتا ہے لہذا باہمی اعتماد پیدا کرنے اور صلح وسلامتی کو قائم رکھنے کی کوشش درحقیقت وقت کی اہم ترین ضرورت بنتی جارہی ہے۔ انسانی روابط کی ترقی میں "اطمینان سازی" کے اصول کو بنیاد قرار دیتے ہوئے سلامتی کی تشکیل وبحالی کی راہ میں پہلا قدم اٹھانا چاہئے نیز ممالک کے درمیان باہمی اعتماد کی فضا ہموار کرنا اور غلط فہمیوں کو دور کرنا اسلامی ممالک کے درمیان دوطرفہ تعلقات کی بنیاد اور اسلامی کانفرنس تنظیم کے منصوبے کا اہم حصہ ہونا چاہئے۔

اس سلسلے میں تہذیبوں اور ثقافتوں کے درمیان مذاکرہ وگفتگو کی زمین ہموار کرتے ہوئے صاحبان فکر ونظر کو مرکزی حیثیت دینی چاہئے اور بنیادی مفاہمت کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے ایسی حقیقی صلح کی کوشش کرنی چاہئے جس میں تمام اقوام کے جائز حقوق محفوظ ہوں اور لوگوں کے ذہن میں جو غلط فہمیاں ہیں وہ دور ہوجائیں۔

اس وقت دنیا کو صلح وسلامتی کی ضرورت ہے اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اگر صلح عادلانہ اور شرافتمندانہ بنیادوں پر قائم نہ ہوئی تو ہرگز پائدار نہ ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ عدل وانصاف اور عوامی مطالبات کو نگاہ میں رکھے بغیر دنیا میں کوئی بھی صلح کامیاب نہیں رہی ہے جیسا کہ مشرق وسطی کے بحران نے یہ ثابت کردیا ہے کہ صلح فلسطینی عوام کے جملہ جائز حقوق کی فراہمی مثلاً انہیں اپنی قسمت کے فیصلے کا حق' آوارہ وطن فلسطینیوں کی واپسی' مقبوضہ علاقوں مثلاً بیت المقدس کی آزادی وغیرہ کے ساتھ ہی اس علاقے میں مستحکم وپائدار صلح قائم ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ صیہونی حکومت کی غنڈہ گردی' جنگ پسندی اور نسل پرستی کے دوام کا بنیادی سبب موجودہ بین الاقوامی قوانین میں موجود خرابی اور کمی ہے۔ سرکاری دہشت گردی' مہلک وانسانیت کش اسلحوں کی بھرماری اس علاقے کی صلح وسلامتی کے لئے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

خلیج فارس جیسے اہم اور حساس علاقے میں بھی علاقائی ملکوں کو ہی امن وسلامتی قائم رکھنے کی ذمہ داری قبول کرنی چاہئے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق اس حساس علاقے میں بیرونی افواج اور فوجی بیڑے کی موجودگی نہ صرف یہ کہ ناامنی اور عدم سلامتی کا باعث ہے بلکہ اس کی وجہ سے علاقے کے پرامن ماحول کو محفوظ رکھنے میں طرح طرح کی پریشانیوں اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

عزیز پڑوسی ملک افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بھی ایک عظیم انسانی حادثہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس ملک کے موجودہ حالات صرف یہ کہ بیرونی طاقتوں کو اس ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی دعوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے پورے علاقے کی سلامتی کے لئے خطرہ پیدا ہو سکتا ہے لہذا تمام مسلم ممالک اور اسلامی کانفرنس تنظیم کو اس بات پر زبردست زور دینا چاہئے کہ مسئلہ افغانستان کا فوجی حل نہیں ہے بلکہ اس دردانگیز مسئلہ کو حل کرنے کے لئے پہلے خانہ جنگی میں ملوث گروہوں کے درمیان مذاکرہ و گفتگو کا اہتمام کیا جائے اور اس کے بعد ملت اسلامیہ افغانستان کی مرضی کے مطابق اس کا آخری حل تلاش کیا جائے۔ اسلامی کانفرنس تنظیم سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ جنگ میں ملوث تمام افغانی جماعتوں کے درمیان مذاکرہ و گفتگو کا اہتمام کرتے ہوئے اس ملک کو صلح و سلامتی کی طرف پیش قدم ہونے کا موقع فراہم کر دے۔

شمالی عراق کے حالات بھی یقیناً پریشان کن ہیں۔ ہم عراق سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اقوام متحدہ کے ساتھ لازمی تعاون کرے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمارا یہ خیال ہے کہ بیرونی مداخلت اور بالخصوص شمالی عراق میں رونما ہونے والی جنگ کی وجہ سے لاکھوں امن پسند عراقی عوام 'آوارہ وطن ہو چکے ہیں' جس کی وجہ سے علاقائی امن و سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ لاحق ہو چکا ہے۔ ہم عراق کی جغرافیائی حدود کی حفاظت پر زور دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ علاقہ کے اس اہم ملک میں انسان دوستی کی بنیاد پر کسی بھی اقدام کی تکمیل کے لئے اپنی مکمل آمادگی کا اعلان کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمارے علاقہ کے اردگرد بیگانوں بالخصوص اسرائیل کے اثر و رسوخ کا خطرناک منصوبہ یقیناً نہایت پریشان کن ہے اور اس صورتحال کا مقابلہ کرنے کے لئے علاقہ کے تمام ملکوں کا بڑی ہوشیاری سے کام لینا ضروری ہے۔ ہم مرکزی ایشیائی ممالک و قفقاز کی خوداعتمادانہ و سرگرم موجودگی کو بہت غنیمت خیال کرتے ہیں کہ وہ آزادی و استقلال کے ساتھ ترقی و خوشحالی اور دنیائے اسلام کی عزت افزائی کی راہ پر پیش قدم ہیں۔ اس موقع پر میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ دوست و برادر ملک تاجکستان میں صلح کی روش کا استقبال کرتے ہوئے صدر جمہوریہ جناب رحمان اف اور قومی مصالح کمیشن کے سرپرست جناب عبداللہ نوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے صلح کے قیام میں غیر معمولی تعاون کیا۔ اسلامی جمہوریہ ایران پڑوسی ملک تاجکستان میں صلح و سلامتی کو مضبوط بنائے رکھنے کے لئے اسلامی کانفرنس تنظیم سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس ملک میں قومی اختلافات کی روک تھام اور صلح کی تقویت کے لئے ہر ممکن کوشش سے قطعی دریغ نہ کرے۔

آج دنیا کے اکثر اسلامی ممالک بیگانہ سازشوں کی وجہ سے مختلف النوع داخلی اختلافات میں گرفتار ہیں لہذا ایسے موقع پر اسلامی کانفرنس تنظیم اور بالخصوص تمام مسلمان ممالک کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ان ممالک کے مفاد و مصالح اور ان کے استقلال نیز مسلمان قوموں کے ارادہ و مطالبات کے احترام کا اعلان کریں۔ اس کے علاوہ اسلامی کانفرنس تنظیم ایسی راہ و روش اختیار کرے کہ دنیا کے تمام مسلمان اور غیر مسلم ممالک کی مسلم اقلیتوں کو بھی یہ محسوس ہو سکے کہ ان کا کوئی حامی و طرفدار موجود ہے۔

بہر حال ہم لوگوں کو ایسے تمام خفیہ اور اعلانیہ افراد و عناصر سے

ہوشیار رہنا چاہئے جو ہماری سلامتی کے لئے خطرہ پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اسلامی ممالک ذہانت و فراست اور رشد و بلوغ کی اس منزل پر پہونچ چکے ہیں کہ باہمی مفاہمت اور مشترکہ معاہدوں کے ذریعہ وہ اپنی اور اپنے علاقے کی صلح و سلامتی کی حفاظت کا انتظام خود ہی کر لیں۔ اسلامی جمہوریہ ایران علاقائی صلح و سلامتی کی حفاظت کے سلسلے میں خلیج فارس کے علاقے میں واقع ملکوں کے درمیان تعاون پر زور دیتے ہوئے یہ اعلان کرتا ہے کہ خلیج فارس میں واقع ملکوں کے درمیان تعاون کے ذریعہ ایک ایسے پرامن نظام کی ایجاد کی جا سکتی ہے جو علاقہ میں پائدار صلح کا محافظ ہو اور علاقائی ملکوں کے مشترکہ مفاد و مصالح کا دفاع بھی کرے۔

۳۔ اسلامی ممالک کی مستحکم ، متوازن اور ہمہ جہتی ترقی :

اسلامی معاشروں کی سلامتی و ثابت قدمی کی حفاظت اور مسلمان قوموں کی عزت اور اسلامی ممالک کے استقلال کو پائدار کرنے کے لئے ترقی ایک دوسرا اہم وسیلہ ہے۔ واضح رہے کہ ہماری نظر میں پسندیدہ ترقی وہ ہے جو ہمہ جہتی ، مستحکم اور متوازن و پائدار ہو اور جس میں انسانی زندگی میں مادی و معنوی نعمتوں کو حاصل کرنا اس ترقی کا بنیادی مقصد ہے۔

اس ترقی کو حاصل کرنے کے لئے ابتدائی مرحلہ میں دنیائے اسلام کے نمونوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ہم لوگوں کو مناسب نمونوں کی تلاش کرنی چاہئے اور اس حقیقت سے بخوبی واقف و آگاہ رہنا چاہئے کہ دنیا کا کوئی ملک بذات خود اس ترقی کے تمام مراحل کو حاصل کرنے کی طاقت و صلاحیت نہیں رکھتا ہے۔

اگر اسلامی ممالک اپنی تمام صلاحیتوں کا دقیق علمی مطالعہ کریں اور زنجیر کی کڑیوں کی طرح ان میں سے ہر ایک اپنی مخصوص صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ترقی کی راہ پر آگے بڑھنے کی کوشش کرے اور یہ تمام مسلم ممالک اپنی خدا داد دولت و ثروت کا صحیح تکامت کے ساتھ نیز اپنی دانش افزوں و فن اور انسانی طاقت اور باہمی تعاون اور علمی و فنی اقتصادی اور تحقیقی شعبوں میں باہمی تبادل سے کام لیتے ہوئے آگے قدم بڑھائیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ اور آئندہ دنیا میں دنیائے اسلام بذات خود اقتدار و ترقی اور عظمت و شکوہمندی کا ایک اہم قطب ہوگی۔

اگر دینی تعلقات ، معنوی قربت و نزدیکی اور اسلامی ممالک کے درمیان مشترکہ ثقافتی میراث کو باہمی تعاون و علمی و اقتصادی و سیاسی و فنی و ثقافتی تبادل کے ذریعہ فروغ دیا جائے تو مادی اور معنوی ستونوں پر مشتمل ایک ایسے معاشرہ کی تشکیل عمل میں آجائے گی جو ترقی و خوشحالی اور امن و سلامتی سے مالامال ہوگا اور یہ معاشرہ سب کی مجموعی ترقی و سلامتی کی ضمانت ہوگا۔

۴۔ اسلامی کانفرنس تنظیم کے کردار کا تجزیہ :

مجموعی اعتبار سے بنیادی مقاصد کے ذیل میں شرکت ، گفتگو اور دنیائے اسلام میں سلامتی و ترقی کے عنوان سے اب تک جو کچھ کہا گیا ہے اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے ایک سب سے بڑے عالمی اسلامی ادارہ کی حیثیت سے اسلامی کانفرنس تنظیم کو اہم کردار ادا کرنا ہے۔ انسانی روابط کی تشکیل میں مذہب کی طرف عام اور مذہب اسلام کی طرف بڑھتے ہوئے خصوصی رجحانات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے عالمی مسلمانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسلامی کانفرنس تنظیم سے یہ امید رکھیں کہ وہ عالمی سطح پر ان کی عالمی اور انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے میں نمایاں خدمت انجام دے۔

اسلامی کانفرنس تنظیم تیس سالہ موثر و کار آمد تجربات اور تمام لازمی وسائل و امکانات سے مالامال ہونے کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر اپنی موجودگی کا مظاہرہ کر سکتی ہے لہذا فطری طور پر ہم لوگوں کو ایسے نئے طریقہ کار کی فکر کرنی چاہئے جس کے ذریعہ ہم اس تنظیم کے ڈھانچے کو اور زیادہ مضبوط اور اس کے فیصلوں کو اور زیادہ موثر و کار آمد بنا سکیں۔

موجودہ حالات میں اسلامی کانفرنس تنظیم سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ عالمی توازن بالخصوص ممبر ممالک کے درمیان موجودہ اختلافات اور بحرانات کا حل تلاش کرنے میں موثر اور اہم کردار ادا کرے گی۔ اس کے علاوہ اس تنظیم کو بوسنیا کے شریف و مظلوم و بے سہارا عوام کے حقوق کی حمایت و حفاظت اور اکثر عالمی مسائل سے متعلق تنظیم کے واضح موقف کے سلسلے میں نئے قدم اٹھانے ہوں گے۔ اسلامی معاشروں اور غیر ممبر ممالک کی مسلمان اقلیتوں کے حقوق و مصالح و مفاد کی لگاتار عملی حمایت و حفاظت اور مسئلہ کشمیر جیسے ان کے اہم ترین مسائل کے حل کی تلاش میں تعمیری شرکت اس تنظیم کے لئے نہایت اہم اور ضروری ہے۔

ہم سبھی لوگوں کو اسلامی کانفرنس تنظیم کی بھرپور مدد کرنی چاہئے تاکہ یہ تنظیم مزید وضاحت اور فیصلہ کن انداز میں اسلامی دنیا کے داخلی اختلافات کا مشفقانہ حل تلاش کرنے کی کوشش کرے۔ اس کے علاوہ مالی اور سیاسی اعتبار سے بھی اس تنظیم کی زیادہ سے زیادہ مدد کی جانی چاہئے تاکہ اس کو اپنے فرائض کی ادائگی میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔

اس اجلاس میں شرکت کی غرض سے آئے ہوئے جملہ عزیز مہمانوں کا ایک بار پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ موجودہ عظیم الشان اجلاس کی کامیابی نیز اسلامی کانفرنس تنظیم کے لئے مزید کامیابیوں کی آرزو کے ساتھ میں اپنی بات کو اسی جگہ تمام کرتا ہوں۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تہران، اسلامی ممالک کے سربراہوں کے آٹھویں اجلاس کا میزبان

عزت، گفتگو اور اسلامی دنیا کے درمیان تعاون و ہم آہنگی کے نعرے کے ساتھ تہران میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کے آٹھویں اجلاس کو اسلامی دنیا میں رونما ہونے والا اہم ترین واقعہ شمار کیا جاتا ہے۔ انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے تقریباً بیس سال بعد تہران میں اس عظیم الشان اجلاس کی تشکیل کی وجہ سے اس کی اہمیت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کانفرنس کے مرکزی نعروں اور کانفرنس کے دوران ہونے والے مذاکرات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس اجلاس کے مفید و کارآمد نتائج کے سایہ میں مسلمانوں کے درمیان تقریباً ہر شعبۂ حیات میں اتحاد کی زمین ہموار ہو چکی ہے بالخصوص مشترک اسلامی منڈی کی تشکیل، فلسطینی مسلمانوں کے جائز حقوق کی حفاظت، مسئلہ افغانستان کے سیاسی حل کے لئے لازمی تدبیر، مسلمانوں کی عظمت و سربلندی کے لئے مناسب ماحول کی ایجاد اور عالمی صلح و سلامتی کی حفاظت میں نمایاں مثبت کردار کی فضا ہموار ہے اور اسلامی کانفرنس تنظیم کو ان تمام شعبوں میں کلیدی کردار ادا کرنا ہے۔

در حقیقت اسلامی کانفرنس تنظیم مختلف علاقوں کی باہمی تنظیموں میں سے ایک ہے جس میں دنیا کے مختلف علاقوں کے ۵۵ اسلامی ممالک شریک ہیں۔ یہ تنظیم ۱۹۶۹ء میں قائم ہوئی اور اس کی تشکیل کا مقصد اسلامی ممالک کے درمیان اتحاد و ہم آہنگی و مفاہمت پیدا کرنا، مشترکہ مقاصد کی راہ میں مل جل کر کام کرنا اور بالخصوص اسرائیلی حملوں کے مقابلے میں فلسطینی عوام کی بھرپور مدد کرنا تھا۔ اگرچہ ۱۹۶۹ء میں صہیونی حکومت کے ذریعہ مسجد الاقصیٰ میں آتش زنی کو اس تنظیم کی تشکیل کا بنیادی سبب قرار دیا جاتا ہے لیکن جن سیاسی، تاریخی اور ثقافتی حالات کی وجہ سے یہ تنظیم وجود میں آئی اس کے بارے میں قدرے غور و فکر لازمی ہے۔

ثقافتی اور تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو دنیائے اسلام میں وحدت واتحاد ایک ایسا پسندیدہ اور اہم موضوع رہا ہے کہ دنیا کے اکثر نامور مسلمان علماء اور دانشوروں نے اس سلسلے میں بار بار تاکید کی ہے۔ سلطنت عثمانیہ کے انتشار کے بعد دنیائے اسلام میں نئی سرحدی حدود کے قیام کے بعد یہ مسئلہ اور زیادہ اہم ہو گیا۔ حکومت عثمانیہ کے زوال کے بعد جامع الازہر کے وائس چانسلر نے نامور علمائے اسلام پر مشتمل ایک اسلامی کانفرنس کا اہتمام کیا اور اسی زمانہ میں بیت المقدس میں ایک عام اسلامی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا جس میں اسلامی دنیا کے اہم مسائل کے بارے میں مذاکرات ہوئے۔

اسی دوران قاہرہ میں "تقریب بین مذاہب اسلامی" نامی تنظیم کی تشکیل عمل میں آئی جس کے بنیادی اراکین میں مصر کے نامور علماء و دانشمندوں کے علاوہ ایران سے شیخ محمد تقی قمی اور عراق سے شیخ محمد حسین کاشف الغطاء نامی شیعہ علماء و مجتہدین بھی شامل تھے۔

اسی دوران ۱۹۵۷ء میں پاکستان نے اسلامی ثقافت و تمدن کے موضوع پر ایک بین الاقوامی کانفرنس کا اہتمام کیا جس میں دنیا کے ۳۰ ملکوں سے ۱۳۰ نمائندوں نے شرکت کی۔ اس کے بعد بادشاہ عربستان کی درخواست پر ۱۹۵۹ء میں حج بیت اللہ کے لئے آئے ہوئے مسلمانوں کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک عظیم اسلامی کانفرنس کا اہتمام کیا گیا اور مذہب اسلام کی تبلیغ و علم اصول و تفسیر کی وضاحت نیز دنیائے اسلام کے اہم معاملات و مسائل کو حل کرنے کے لئے "رابطہ العالم الاسلامیہ" نامی ادارہ کی تشکیل عمل میں آئی۔

ان تمام اجلاس و اجتماعات کا بنیادی مقصد مسلمان قوموں کے درمیان قربت و نزدیکی اور وحدت واتحاد پیدا کرنا تھا چنانچہ ان اجتماعات کے دوران نامور علماء اسلام اکثر و بیشتر اسی موضوع پر تاکید کیا کرتے تھے کہ مسلمان قوموں کو اسلامی اخوت اور باہمی تعاون سے کام لینا چاہئے۔ ویسے تو یہ سبھی اجتماعات مذہبی اور ثقافتی نوعیت کے حامل تھے لیکن ان کی وجہ سے فطری طور پر ایک سیاسی تحریک کی زمین ہموار ہو گئی اور مسلمان حکومتوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کر لیا کہ اسلامی کانفرنس نامی تنظیم کی تشکیل کی جائے جس میں دنیا کے تمام مسلمان ملکوں کو رکنیت حاصل ہو اور یہ تنظیم ملت اسلامیہ عالم کے مسائل کو حل کرنے کے لئے لازمی قدم اٹھائے۔

سیاسی اور تاریخی اعتبار سے ۱۹۷۶ء میں حکومت ایران نے بھی یہ تجویز رکھی تھی کہ اسلامی ممالک بالخصوص مشرق وسطیٰ کے ملکوں کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے۔ ایران کی اس تجویز کا معاہدہ بغداد میں شامل ملکوں نے استقبال بھی کیا لیکن اس کو دنیا کے دیگر مسلمان ملکوں کے درمیان مقبولیت حاصل نہ ہوئی سن ۱۹۶۰ء کی دہائی میں PAN-ARABISM کی تحریک کو غیر معمولی فروغ حاصل ہو چکا تھا اور دھیرے دھیرے یہ تحریک علاقے کے سیاسی میدان میں دوبارہ غور و فکر کا موضوع بن گئی۔

۱۹۶۳ء میں صومالیہ کے صدر مملکت "واحام عثمان" نے اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس کی تجویز رکھی اور عربستان کے شاہ فیصل نے بھی اسی سال مکہ میں ہونے والی عمومی اسلامی کانفرنس کے دوران اسلامی ملکوں کے رہنماؤں کی کانفرنس کا مطالبہ بھی دہرایا۔

لیکن اس سلسلے میں سب سے پہلا عملی قدم ۱۹۶۴ء میں شاہ فیصل اور حکومت ایران کے ذمہ داروں کے درمیان ہونے والی ملاقات و گفتگو کے بعد اٹھایا گیا۔ طرفین نے اس مذاکرہ کے بعد اسلامی ممالک کے رہنماؤں کی کانفرنس کی تشکیل کے سلسلے میں اپنی رضامندی کا اعلان کردیا تاکہ دنیائے اسلام کے اہم مسائل و معاملات کا تجزیہ کرتے ہوئے ان مسائل کے لئے لازمی قدم اٹھائے جاسکیں لیکن یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ صیہونی حکومت کے روز افزوں مظالم کی روک تھام اور ملت اسلامیہ کے ذریعہ ان حملات کا بھرپور مقابلہ اس اسلامی کانفرنس تنظیم کی تشکیل کا بنیادی سبب تھا۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کے اغراض و مقاصد:

اسلامی کانفرنس تنظیم بنیادی اعتبار سے آٹھ اہم مقاصد کے لئے کام کرتی چلی آرہی ہے۔ ان اغراض و مقاصد کا تعین ۱۹۷۲ء میں اسلامی ممالک کے سربراہوں کی کانفرنس میں ہوا تھا اور تمام اراکین کی منظوری کے بعد اسے اسلامی کانفرنس تنظیم کے منشور میں شامل کرلیا گیا۔

ممبر ممالک کے درمیان اسلامی ہمبستگی میں اضافہ 'اقتصادی' سماجی' ثقافتی اور علمی میدانوں میں ممبر ملکوں کے درمیان باہمی تعاون کا استحکام اور نسل پرستی اور سامراجیت کی نابودی کے لئے دنیا کی تمام علاقائی اور بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ مشورہ و تعاون اسلامی کانفرنس تنظیم کے چار بنیادی مقاصد رہے ہیں۔

ان کے علاوہ دیگر اغراض و مقاصد میں عالمی صلح و سلامتی کی حمایت کے لئے لازمی وسائل و امکانات کی فراہمی' اماکن مقدسہ کی حفاظت اور فلسطینی عوام کے جائز حقوق کی بحالی و بازیابی کے لئے ان کی لازمی حمایت' عالمی مسلمانوں کی اس جدوجہد کی حمایت جس کے ذریعہ وہ اپنی آزادی اور اپنے قومی حقوق کی حفاظت کرسکیں اور ممبر ممالک نیز دنیا کے تمام ملکوں کے درمیان تعاون اور مفاہمت کی ترقی کے لئے مناسب فضا پیدا کرنا شامل ہیں اور سیاسی مسائل و معاملات کے ماہرین کا یہ عقیدہ و ایمان ہے کہ اندرونی اختلافات سے کنارہ کشی اور دنیائے اسلام میں موجود مادی اور انسانی وسائل و امکانات کی مدد سے ان راہوں کو بخوبی ہموار کیا جاسکتا ہے جن کے ذریعہ اسلامی کانفرنس تنظیم کے تمام اہم مقاصد کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کی کارگزاریاں

ا۔سیاسی کارگزاریاں

گزشتہ چند سال کے دوران اسلامی کانفرنس تنظیم نے جو خدمات انجام دی ہیں اُن کا جائزہ مختلف موضوعات کے ابواب اور مختلف سیاسی ادوار کے تحت لیا جانا چاہئے۔ ذیل میں ان مسائل و موضوعات کا تجزیہ پیش کیا جارہا ہے:

الف: مسئلہ' فلسطین اور بیت المقدس کی غاصب حکومت

اسلامی کانفرنس تنظیم کے منشور میں جو گوشوارے پیش کئے گئے ہیں ان میں اغراض و مقاصد کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ: مقامات مقدسہ کے تحفظ کے لئے جو کوششیں کی جارہی ہیں ان میں یکجہتی پیدا کرنا' فلسطینی مجاہدین کی حمایت کرنا اور یہاں کے جو باشندے اپنے حقوق کی بازیابی نیز اپنے وطن کی آزادی کے لئے جدوجہد کررہے ہیں ان کی امداد کرنا تنظیم کا بنیادی مقصد ہے۔

مذکورہ تنظیم کے اولین اجلاس میں جو مختلف تجاویز و قرارداد منظور کی گئی ہیں' ان میں مسئلہ

بازیابی فلسطین کو خصوصی اہمیت اور بیت المقدس کی غاصب حکومت کو قابل مذمت قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جمہوری اسلامی ایران نے اسلامی کانفرنس تنظیم کے اجلاس میں اسلامی ممالک کے اتحاد اور تنظیم انتفاضہ نیز مسئلہ فلسطین کی راہ میں جو دشواریاں آرہی ہیں ان کا سد باب کئے جانے پر ہمیشہ زور دیا ہے۔ واضح رہے کہ اقوام متحدہ کی قرارداد شمارہ ۲۴۲ اور شمارہ ۳۳۸ میں جو پیراگراف شامل کئے گئے ہیں ان میں نیز دیگر دفعات میں بھی اسرائیل کی صہیونی حکومت کو سرکاری سطح پر تسلیم کئے جانے کے موضوع کو علانیہ شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

ب: اراکین ممالک کے درمیان تنازعات دورکرنے کی سعی و کوشش

اسلامی کانفرنس تنظیم نے اپنے دائرۂ عمل میں اصولی طور پر تسلیم کیا ہے کہ اراکین ممالک کے حق حاکمیت واستقلال کا احترام کیا جائے۔ ملک کی ارضی سالمیت کو برقرار رکھا جائے۔ اور ہر رکن ملک اپنے رویے سے دوسرے ملک کو مرعوب کرنے اور اپنی طاقت کے بل پر کسی دوسرے ملک کی ارضی سالمیت یا قومی اتحاد یا سیاسی استقلال کے لئے خطرہ بننے سے اجتناب کرے۔

ج: ان ممالک کے مسلمانوں کی حمایت جو اسلامی کانفرنس تنظیم کے رکن نہیں ہیں۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کے منشور میں جن اغراض ومقاصد کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اس امر کی جانب بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ مسلم عوام جو شرافت مندانہ زندگی، عزت نفس، استقلال اور قومی حقوق کی خاطر جدوجہد کررہے ہیں ان کی تحریک کو تقویت دی جائے۔

(۱/ج): ان ممالک کی مسلم اقلیتوں کا تحفظ جو اس تنظیم کے رکن نہیں ھیں۔

مذکورہ تنظیم نے اپنے اغراض ومقاصد کے گوشوارے میں یہ بھی نکتہ شامل کیا ہے کہ ان ممالک سے جو اس تنظیم کے رکن نہیں ہیں درخواست کی جائے کہ وہ اپنی اقلیتوں کے مذہبی، سماجی اور اقتصادی حقوق کی پاسداری کریں اور دینی اغراض سے متعلق ان کی ضروریات کو فراہم کرنے کی کوشش کریں۔

(۲/ج): مسلم پناہ گزینوں کی حمایت

اسلامی کانفرنس تنظیم کے منشور میں جن اغراض ومقاصد کو عملی جامہ پہنانے کی پیش بینی کی گئی ہے ان کے تحت اس تنظیم نے دنیا کے مختلف ممالک میں مسلم مہاجرین کی وضع وکیفیت کے بارے میں بھی اپنے ردعمل کا اظہار کیا ہے۔

د: اراکین اورغیراراکین ممالک کے درمیان اختلاف دورکرنے کی کوشش

جو ممالک اسلامی کانفرنس تنظیم کے رکن ہیں اور جو اس کے رکن نہیں ہیں ان کے درمیان بحران کا ہونا فطری امر ہے۔ ایسی صورت میں کوشش کی جارہی ہے کہ مذکورہ تنظیم کے اس منظور شدہ یا تائید شدہ لائحہ عمل سے جو تقریباً پچاس ملکوں کے لئے تیار کیا گیا ہے اراکین ممالک کے موقف کو تقویت دی جائے۔

ھ: نو آبادیاتی نظام ونسل پرستی کے خلاف جدوجہد اور ان تحریکوں کی حمایت جو اس سے عوام کو نجات دلانا چاہتی ہیں۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کے منشور کے ذریعے کوشش کی جارہی ہے کہ نسل پرستی کی لعنت کو ختم کیا جائے۔ نسلی امتیاز کا قلع قمع کیا جائے اور ہر شکل وصورت میں موجود نوآبادیاتی نظام کی بیخ کنی بھی اس کے اغراض ومقاصد میں شامل ہیں جو مذکورہ تنظیم کے پیش نظر لائے گئے ہیں۔

و: بارہ افراد پرمشتمل ایسی کمیٹی کی تشکیل جو عالمی سطح پر تغیر پذیر حالات کا جائزہ لے گی۔

جبکہ اسلامی کانفرنس تنظیم کے وزرائے خارجہ کا بیسواں اجلاس جاری تھا۔ اس وقت عالمی سطح پر پیدا شدہ روز افزوں تغیر پذیر واقعات کو بھی منظر عام پر لایا گیا۔ ان حالات کے پیش نظر مراقش کے نمائندے نے یہ تجویز پیش کی کہ ایسی کمیٹی کا قیام عمل میں لایا جائے جو ان حالات کا جائزہ لے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے راہیں تلاش کرے۔ اس موقع پر ایران کے نمائندے ڈاکٹر علی اکبر ولایتی نے بھی تقریر کی، موصوف نے بین الاقوامی سطح پر تغیرات کا ذکر کرتے ہوئے مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں عالم اسلام کو کیا راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اس ضمن میں موصوف

ثقافتی میدان میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے پروگرام میں یہ بھی شامل ہے کہ ثقافتی دفاع کے لئے منظم طریقے پر صف آرائی کی جائے۔

نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ جمہوری اسلامی ایران کو بھی اس کا رکن ہونا چاہئے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ جمہوری اسلامی ایران' سنگالیہ' سعودی عرب' مراقش' پاکستان' کویت' ترکی' مصر' قبرص' سیرالیون' یوگانڈہ اور شام اس کمیٹی کے اراکین مقرر کئے جائیں۔

اس کمیٹی نے پہلی مرتبہ ماہ نومبر ۱۹۹۱ء میں اپنا جلسہ شہر جدہ میں منعقد کیا تھا۔

۲: اقتصادی کارگزاری

اسلامی کانفرنس تنظیم نے وجود میں آنے کے بعد اب تک جو اہم اقتصادی امور انجام دئے ہیں ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل گوشواروں میں بیان کیا گیا ہے۔

الف: مخصوص اقدامات' اصول و دیگر اغراض و مقاصد کے تحت مختلف اقتصادی مراکز کی تشکیل

ب: پاکستان میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے سربراہوں کا دوسرا منعقدہ اجلاس۔

اصولی طور پر سیاسی اقتصادی سرگرمیوں کی بنیاد اسلام کے دائرہ عمل میں ۱۹۷۴ء کے دوران اور سربراہوں کے دوسرے اجلاس کے بعد رکھی گئی۔ اس اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ ایک کمیٹی تشکیل کی جائے جو الجزائر' مصر' کویت' لیبیا' پاکستان' سعودی عرب' سنگالیہ اور متحدہ عرب امارات کے نمائندوں پر مشتمل ہو۔ اور مندرجہ ذیل اقتصادی مقاصد میں کامیابی تک پہنچنے کے لئے راہیں تلاش کرے۔

اسلامی ممالک میں افلاس' بیماری اور جہالت کی بیخ کنی۔

ترقی یافتہ ممالک کے ذریعہ ترقی پذیر ممالک کے استحصال کا خاتمہ۔

ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان جس خام مال اور صنعتی سامان کی برآمد و درآمد کی جاتی ہے اس کے درمیان تبادلہ مال کی شرائط کو برقرار کرنا۔

ترقی پذیر ممالک کے قدرتی ذخائر پر ان ممالک کا اپنا تسلط و اختیار کل۔

اسلامی ممالک کے درمیان باہمی اقتصادی تعاون و وابستگی۔

مذکورہ فیصلے کے بعد ان بعض اداروں کی تشکیل کی گئی جنہیں اقتصادی امور میں تخصص حاصل ہے تاکہ اقتصادی بحالی کا کام شروع کیا جاسکے۔

ج: طائف میں ۱۹۸۱ء میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے سربراہان کا فیصلہ

اسلامی کانفرنس تنظیم کے سربراہان کا تیسرا اجلاس شہر مکہ میں منعقد ہوا۔ اس موقع پر جو بیان جاری کیا گیا تھا' اسے مذکورہ تنظیم کی اہم دستاویز شمار کیا جاتا ہے۔ اس بیانیہ میں وہ دس نکاتی پروگرام بھی شامل تھا جو اراکین ممالک کے درمیان اقتصادی تعاون کو محکم بنانے کے لئے منظور کیا گیا تھا۔ اس دستاویز کی بنیاد پر عالم اسلام کو مشورہ دیا گیا کہ اسے چاہئے کہ وہ دس بنیادی اور کلیدی میدانوں میں ایک دوسرے کے ساتھ نزدیکی تعاون کریں جو ذیل میں بیان کئے جارہے ہیں۔

د: اسلامی کانفرنس تنظیم کے اراکین ممالک تجارتی امور میں ایک دوسرے کو ترجیح دیں۔

اسلامی کانفرنس کے دائرہ عمل میں جو اہم اقتصادی اقدامات کئے گئے ہیں اس کے مسودے میں اس امر کو بھی شامل کیا گیا ہے کہ اراکین ممالک تجارتی معاملات میں ایک دوسرے کو ترجیح دیں۔ چنانچہ یہ مسودہ کئی سال جاری مذاکرات کے بعد تیار کیا گیا ہے۔ اس سے قبل کہ یہ مسودہ منشور کی شکل میں پیش کیا جائے اسلامی ممالک اس امر کے لئے آمادہ ہوں گے کہ اراکین ممالک تجارتی معاملات میں ترجیحی طریقۂ کار سے مطلع ہوں۔ چنانچہ جب مال تجارت درآمد یا برآمد کیا جائے تو اس میں ترجیح مذکورہ تنظیم کے اراکین کو ہی دی جائے۔ یہ اقدام اس مقصد کے تحت کیا گیا کہ ایک مدت کے بعد ایک مشترک اسلامی منڈی وجود میں آجائے گی۔

ھ: ترقی کے لئے اسلامی بینک کی کارکردگی

یہ بینک مالی بنیاد کی حیثیت سے اکتوبر ۱۹۷۵ء میں قائم کیا گیا جس کا مرکز شہر جدہ ہے۔ اس بینک کے وجود میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ اراکین ممالک اور اسلامی معاشروں کو قوانین شریعت کے مطابق اقتصادی و اجتماعی ترقی کے لئے مالی امداد دی جائے۔

و: اسلامی کانفرنس تنظیم کے اراکین ممالک کی اقتصادی مشکلات جن میں ترقی نسبتاً کم ہوئی ھے۔

اقتصادی اعتبار سے اسلامی کانفرنس تنظیم کے درپیش جو ہمیشہ اہم مسئلہ رہا ہے وہ ان اراکین ممالک کی مالی دشواری ہے جس کی وجہ سے ترقی کی رفتار سست رہی ہے۔

اس وقت عالم اسلام میں تقریباً ستر ہ ملک ایسے ہیں جن کا شمار کم ترقی پذیر ممالک میں ہوتا ہے۔

اسلامی ممالک کے ساتھ اقتصادی ترقی وتوسیع کے پیش نظر ایسے اقتصادی وتجارتی تعاون کے لئے پروگرام کی ترتیب جو ایک مستقل کمیٹی کی نگرانی میں اپنے اقتصادی امور انجام دیتی رہے۔

۳۔ ثقافتی سرگرمیاں

مجموعی طور پر اسلامی کانفرنس تنظیم نے اب تک جو نمایاں طور پر اہم کارنامے انجام دیئے ہیں مندرجہ ذیل عناوین کے تحت ان کی تفصیل اس طرح ہے

الف ثقافتی مراکز کی تشکیل۔

یہ مراکز خاص اغراض ومقاصد نیز مخصوص اصولوں اور سرگرمیوں کے تحت خدمات انجام دے رہے ہیں

ایک ایسی مستقل کمیٹی جو ثقافتی اور معلوماتی خدمات انجام دے رہی ہے (اس کا مرکز ڈھاکہ میں ہے۔)

اسلامی تمدن وفنون لطیفہ سے متعلق تحقیقاتی مرکز (استنبول میں قائم ہے۔)

اسلام کی تمدنی میراث کے تحفظ کے لئے بین الاقوامی سطح پر کمیشن کا قیام (یہ کمیشن ریاض اور استنبول میں سرگرم عمل ہے۔)

باہمی اسلامی وابستگی کے پیش نظر ورزشی فیڈریشن (یہ ریاض میں ہے۔)

بین الاقوامی ہلال احمر (ریڈ کراس) کی اسلامی کمیٹی (مڈغاسکر میں سرگرم عمل ہے۔)

بین الاقوامی عربی مدارس کی عالمی فیڈریشن (جدہ) فقہ اسلامی کی اکاڈمی۔

اسلامی شہروں اور دار الحکومتوں کی تنظیم (جدہ۔)

اسلامی دانشگاہ (نائیجیریا۔)

ب: اسلام میں انسانی حقوق کی ترتیب وتدوین کا منشور

انسانی حقوق سے وابستہ دستاویز کی فراہمی کا تعلق مذکورہ تنظیم کے ان وزرائے خارجہ سے ہے جنہوں نے دسویں اور گیارہویں اجلاس میں شرکت کی تھی' یہ اجلاس ۱۹۷۹ء اور ۱۹۸۰ء میں منعقد ہوئے تھے۔ مذکورہ اجلاس میں متفقہ رائے سے یہ فیصلہ صادر کیا گیا تھا کہ ایک عارضی مشاورتی کمیشن مقرر کیا جائے جو مسلم متخصصین قانون پر مشتمل ہو تاکہ وہ مذکورہ اسناد کی فراہمی کے لئے غور وخوض کرسکے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلامی کانفرنس کے منشور میں اس بات کو صراحت سے بیان کردیا گیا ہے کہ مسلم ممالک 'اقوام متحدہ اور بنیادی انسانی حقوق کے منشور سے پوری طرح اتفاق کریں گے۔ چنانچہ ایسی جداگانہ دستاویز جو اسلامی نقطۂ نظر سے فراہم کی جائے گی وہ انسانی حقوق کے منشور سے قطعی منافی نہ ہوگی۔ بہر صورت متخصصین کی چند نشستوں کے بعد مذکورہ دستاویز کا آخری متن تہران میں تیار ہوگیا۔ جسے قاہرہ میں انیسویں اجلاس کے دوران وزرائے خارجہ کے سامنے پیش کیا گیا اور اسے سرکاری حیثیت سے تسلیم کرلیا گیا۔ یہ علانیہ ایک مقدمے اور ۲۵ دفعات پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں انسان کی معنوی قدر ومنزلت 'تاریخ اور تمدن کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف مقامات میں بھی اسلامی نظریے کی رو سے آزادی وانسانی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے۔

ج: اسلامی اقدار کی توہین کے خلاف تحریک

اسلامی کانفرنس تنظیم کے منشور میں اس بات پر خصوصی زور دیا گیا ہے کہ اس کا ہر رکن اسلام کی معنوی' اخلاقی' سماجی اور اقتصادی اقدار کا مکمل عزم کے ساتھ تحفظ کرے گا کیونکہ یہی وہ اہم عوامل ہیں جن کی وجہ سے انسانیت نے ترقی کی ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ منشور کی دیگر دفعات میں بھی خاص طور پر اسلام کی ثقافتی میراث کی حفاظت پر زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ جس وقت "آیات شیطانی" نامی اہانت آمیز کتاب منظر عام پر آئی تو اسلامی کانفرنس تنظیم نے اپنے اٹھارہویں اجلاس کے دوران (۱۹۸۹ء) اس کے خلاف اپنا بیان جاری کیا اور یہ اقدام اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے مثالی تھا۔

ثقافتی میدان میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے پروگرام میں یہ بھی شامل ہے کہ ثقافتی دفاع کے لئے منظم طریقے پر صف آرائی کی جائے۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کے منشور میں جو گوشوارے پیش کئے گئے ہیں ان میں اغراض ومقاصد کے تحت بیان کیا گیا ہے کہ: مقامات مقدسہ کے تحفظ کے لئے جو کوششیں کی جارہی ہیں ان میں یکجہتی پیدا کرنا' فلسطینی مجاہدین کی حمایت کرنا اور یہاں کے جو باشندے اپنے حقوق کی بازیابی نیز اپنے وطن کی آزادی کے لئے جدوجہد کررہے ہیں ان کی امداد کرنا اس تنظیم کا بنیادی مقصد ہے۔

ہ:اسلامی کانفرنس تنظیم کے زیر بحث یہ بھی مسئلہ ہے کہ ایک ایسی ہجری جنتری مرتب کی جائے جو ہر اعتبار سے متحد ویکساں ہو۔

و:فلسطین سے متعلق ثقافتی مسائل

اسلامی کانفرنس تنظیم کے اکثر اجلاس میں فلسطین کی مقبوضہ سرزمین کے مسلمانوں کی ثقافتی صورتحال کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے اور اس پر بہت سی قراردادیں بھی منظور کی جاچکی ہیں۔

ز:مسلم خواتین کی بین الاقوامی تنظیم

اسلامی کانفرنس تنظیم کے وزرائے خارجہ کی سترہویں نشست کے بعد سے یہ مسئلہ زیر غور آیا ہے۔ چنانچہ گزشتہ دو سال کے دوران جمہوری اسلامی ایران نے اس موضوع کو خاص اہمیت دی ہے مگر اس تنظیم کے اکثر اراکین ممالک بالخصوص سعودی عرب دیدہ ودانستہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ سربراہان مملکت کے پچھلے اجلاس میں جمہوری اسلامی ایران کی تجویز پر یہ طے کیا گیا کہ متخصصین کا اجلاس اس موضوع پر غور وفکر کرنے کے لئے تہران میں منعقد کیا جائے۔ اس کے علاوہ سربراہان مملکت کے پچھلے اجلاس سے مذکورہ تنظیم کے دستورالعمل میں یہ بات بار بار منظر عام پر آرہی ہے کہ اسلامی معاشرے میں خواتین کا کیا کردار رہا ہے۔

ح:فریضہ حج انجام دینے کے لئے استطاعت

اسلامی کانفرنس تنظیم نے وزرائے خارجہ کے ساتویں اجلاس (منعقدہ ۱۹۷۶ء) حج میں استطاعت کے مسئلے کو اپنے دستورالعمل میں شامل کرلیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں قرارداد بھی منظور کی جاچکی ہے۔

ط:دعوت اسلام کے لئے موقف

ان وقائع کے رونما ہونے کے بعد کہ جن کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مشرقی بلاک اپنے عقائد میں سستی واضمحلال کا شکار ہوگیا تو بہت سے ممالک (بالخصوص مشرق وسطی کی جمہوری ریاستوں میں) شدت کے ساتھ دین اسلام کے ساتھ جذبہ عقیدت بیدار ہوگیا۔ ان حالات کے پیش نظر اسلامی کانفرنس تنظیم نے فیصلہ کیا کہ موجودہ خوش آئند تبدیلی کے پیش نظر وہ کیا موقف اختیار کرے گی۔ اور اس کا اولین قدم کیا ہوگا۔ اس وقت یہ تجویز اراکین ممالک کے زیر غور ہے۔

۴۔سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں کارگزاریاں

سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں اگرچہ ان تین دفعات میں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے اسلامی کانفرنس تنظیم نے اپنی کسی کارگزاری کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ گزشتہ چند سال میں عالم اسلام ٹکنالوجی اور علمی مسائل کی توسیع کے مدمقابل آچکا ہے۔ چنانچہ ان محدود کارگزاریوں کو ہی توجہ اور اہمیت کا حامل قرار دیا گیا' یہ کارگزاریاں مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہیں:

الف: علمی مراکز کی تشکیل۔

ب: علوم اسلامی کے ثقافتی ادارہ کی تشکیل۔

یہ ادارہ ۱۹۸۶ء میں قائم کیا گیا تھا جس کی نوعیت قطعی غیر سیاسی وغیر سرکاری ہے۔ اور یہ صرف ان مسلم دانشوروں پر مشتمل ہے جو عالم اسلام کی ترقی کے خواہاں اور پابند ہیں۔

ج:اسلامی ممالک میں ماحول اور زندگی کے مسائل۔

تقریباً ۱۹۹۱ء سے یہ مسئلہ پوری دنیا میں خاص اہمیت اور توجہ کا حامل بنتا جارہا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے اسے موسسہ سائنس اور ٹکنالوجی کی توسیع کے دستورالعمل میں شامل کرلیا گیا ہے۔ مذکورہ ادارہ نے اس موضوع سے متعلق اپنی رپورٹ تیار کرلی ہے اور مزید غور وفکر کی غرض سے اسے اراکین ممالک کے پاس بھیج دیا گیا ہے۔

> ممبر ممالک کے درمیان اسلامی ہمبستگی میں اضافہ' اقتصادی' سماجی' ثقافتی اور علمی میدانوں میں ممبر ملکوں کے درمیان باہمی تعاون کا استحکام اور نسل پرستی اور سامراجیت کی نابودی کے لئے دنیا کی تمام علاقائی اور بین الاقوامی تنظیموں کے ساتھ مشورہ وتعاون اسلامی کانفرنس تنظیم کے چار بنیادی مقاصد رہے ہیں۔

اسلامی کانفرنس تنظیم کے آٹھویں اجلاس میں شریک سربراہان مملکت اسلامیہ کے نام آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب آقای سید محمد خاتمی 'صدر محترم جمہوری اسلامی ایران صدر تنظیم اسلامی کانفرنس'

آٹھویں اجلاس میں موجود ممالک اسلامیہ کے سربراہ اور محترم صدر صاحبان'

تنظیم کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر عزالدین عراقی'

اسلامی جمہوریہ ایران کے وزیر خارجہ جناب آقای ڈاکٹر خرازی اور دیگر منتظمین حضرات!

اب جبکہ بفضل خداوندی اور توفیق وہدایت وتائید الٰہی کے سایہ میں اسلامی کانفرنس تنظیم کا آٹھواں اجلاس 'نہایت تحسین آمیز طریقہ سے منعقد ہو کر تمام ممبران کی عدیم المثال مفاہمت اور غیر معمولی کامیابی کے ساتھ ختم ہو چکا ہے' میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ پروردگار عالم کے شکر وسپاس کے بعد جناب عالی 'دنیائے اسلام کے اس عظیم الشان اجلاس میں شریک ممبران تنظیم اور اس اجلاس کے تمام منتظمین کا مخلصانہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جیسا کہ اس اجلاس کے دوران ممبر ممالک کے رہنماؤں نے اپنی تقریروں میں بار بار یہ بات دہرائی ہے کہ دنیائے اسلام انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں بے شمار وسائل وامکانات سے مالا مال ہوتے ہوئے بھی رنج ومصائب کے چنگل میں گرفتار ہے۔ اسلامی تمدن پر مشتمل حیات طیبہ کے لئے معرفت وتعاون کی ضرورت 'دشمنوں کے خطروں سے مقابلے کے لئے اتحاد وہمبستگی اور ہوشیاری کی ضرورت اور رحمت خداوندی وتائید الٰہی حاصل کرنے کے لئے خلوص واخلاص کی ضرورت کے سلسلے میں تمام لوگ متفق الخیال ہیں۔

جیسا کہ اجلاس کے آخری بیانیہ وقرارداد میں اشارہ کیا گیا ہے مجموعی مطالبات کو عملی رنگ وروپ دینے کے لئے عملی کوشش درکار ہے۔ درحقیقت اس عظیم اور اہم تنظیم کی ترقی کی بنیادی شرط بھی یہی ہے۔ موجودہ صورتحال کو دیکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آٹھواں اجلاس اس تنظیم کی تاریخ میں ایک نیا موڑ ہوگا اور پسندیدہ سمت کی طرف پیش قدم رہنے کے لئے اس تنظیم کے فرائض ومقاصد کے دائرہ میں جملہ ممبر حکومتوں کے مخلصانہ تعاون کی ضرورت ہے۔

مجھے امید ہے کہ موجودہ زمانہ دنیائے اسلام کے جملہ مسائل ومعاملات میں مشکلات کو حل کرنے والے تعاون کا شاہد ہوگا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیائے اسلام کے دشمنوں کی ناراضگی جملہ مسلمان حکومتوں کے فیصلہ وارادہ کے سامنے ٹھہر نہ سکے گی جیسا کہ تہران میں اس عظیم الشان اور کامیاب اجلاس کی تشکیل کی اجتماعی خواہش دیگر ناراض لوگوں کی ناراضگی پر غالب رہی۔ آخر میں 'میں عظیم ایرانی عوام بالخصوص تہران کے عزیز شہریوں کا مخصوص شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے اس تاریخی اجلاس کی تشکیل میں حکومت کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ سید علی خامنہ ای (۱۱ر شعبان ۱۴۱۸ھ)

صدر سید خاتمی نے آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای کا شکریہ ادا کیا۔

بسمہ تعالیٰ

رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ خامنہ ای مدظلہ العالی!

اسلامی کانفرنس کے نام حضرت عالی کے امید افزا اور الہام بخش پیغام کے لئے میں شکرگزار ہوں۔ خدائے منان کا لاکھوں شکر واحسان کہ تہران میں منعقدہ اس تنظیم کا آٹھواں اجلاس منتظمین کی ہمت وکوشش اور ایرانی عوام کے حسن تعاون سے بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہو گیا۔

اب ہم ہیں اور ممتاز اسلامی شناخت 'قرآنی تہذیب کی میراث اور خداوند عالم کے ذریعہ فراہم شدہ عظیم امکانات کے ساتھ امت محمدیؐ۔ خداوند عالم ہم لوگوں کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے یہ تمام وسائل وامکانات مسلمانوں کی معنوی اور مادی عظمت وسربلندی کی راہ میں استعمال کریں اور دنیائے بشریت کو حق وعدل وشرافت مندانہ صلح کی طرف دعوت دیں۔

کانفرنس کے افتتاحیہ اجلاس میں حضرت عالی کا واضح ارشاد ہم سبھی لوگوں کے لئے ایک گرانقدر سرمایہ ہے۔

ہم عزت ووحدت مسلمانان کے منادی حضرت امام خمینیؒ کی روح پر درود وسلام بھیجتے ہیں اور بارگاہ عالیہ الٰہی میں دعا کرتے ہیں کہ وہ اسلامی کانفرنس تنظیم کو یہ توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے عظیم مقاصد میں اور آٹھویں اجلاس کے دوران منظور شدہ قرارداد کو عملی جامہ پہنانے میں کامیابی حاصل کرے۔

سید محمد خاتمی (صدر جمہوری اسلامی ایران)

تہران میں منعقدہ اسلامی کانفرنس تنظیم کے آٹھویں اجلاس میں دنیائے اسلام کے عظیم رہنماؤں کے اہم بیانات

جیسا کہ آپ لوگوں کو بخوبی معلوم ہے کہ اسلام دشمن طاقتوں کی معاندانہ اور سازشانہ کوششوں اور مسلسل بے بنیاد پروپگنڈوں کے باوجود اسلامی کانفرنس تنظیم سے وابستہ اسلامی ممالک کے سربراہوں اور عظیم رہنماؤں کا آٹھواں اجلاس تہران میں بڑی کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس سہ روزہ اجلاس کے دوران اسلامی ممالک کے رہنماؤں نے اسلامی جمہوری ایران کے رہنماؤں سے ملاقات، گفتگو کی اور دوران اجلاس دنیائے اسلام کے اہم مسائل و معاملات پر اپنے خیالات کا عالمانہ اظہار بھی کیا اور کانفرنس کے اختتامیہ اجلاس میں مفید وکار آمد قرارداد بھی منظور ہوئی جس کو "بیانیہ تہران" کے نام سے شائع کیا گیا۔

اسلامی ممالک کے ان عظیم رہنماؤں نے الگ الگ موضوعات پر مختلف النوع انداز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا لیکن سبھی لوگوں نے اس حقیقت پر زور دیا کہ اتحاد اور ہم آہنگی 'اسلامی دنیا کی اہم ترین ضرورت ہے' مسلمانوں کے باہمی اختلافات سے اسلام دشمن طاقتوں کو فروغ حاصل ہوتا ہے 'اسلامی جمہوریہ' ایران مسلمانوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے کے لئے مخلصانہ کوششوں میں سرگرم ہے اور تہران کا یہ اجلاس اسلامی ممالک کے درمیان اتحاد کی تشکیل کی راہ میں ایک اہم قدم ہے۔ اسلامی ممالک کے رہنماؤں کے بیانات کی اہمیت وافادیت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ذیل میں بعض اہم رہنماؤں کے بیانات کی ایک جھلک پیش کی جا رہی ہے۔

محترمہ حسینہ واجد' وزیر اعظم بنگلہ دیش:

وزیر اعظم محترمہ حسینہ واجد نے ایشیائی ممالک نمائندگی کرتے ہوئے اپنی تقریر کے دوران اسلامی کانفرنس تنظیم میں ایران کے مثبت کردار کی ستائش کی اور صدر جمہوریہ اسلامی ایران حجت الاسلام سید محمد خاتمی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ آج میں نے آپ کی الہام آمیز تقریر سنی جس سے آپ کے مخلصانہ جزبات کی جھلک محسوس ہوتی ہے۔ اس تنظیم میں ایشیائی ممالک کی نمائندگی کرتے ہوئے میں آپ کے خیالات کی بھرپور تائید کرتی ہوں۔

وزیر اعظم حسینہ واجد نے مزید اعلان کیا کہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج دنیائے اسلام بیگانہ طاقتوں کے منصوبوں کی قربانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ فلسطینی عوام اور دیگر عرب مسلمان صہیونی مظالم اور نفرت کا شکار ہیں اور اسی طرح مسلمان اقلیتیں بھی بدترین حالات میں زندگی بسر کررہی ہیں اور عالمی سطح پر سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد رونما ہونے والی موجودہ اقتصادی صورتحال کی وجہ سے بعض اسلامی ملکوں کی حالت پہلے سے زیادہ خراب ہوگئی ہے۔ محترمہ حسینہ واجد نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس اجلاس میں جن مسائل پر گفتگو ہونے والی ہے وہ غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں اور اب مجھے امید ہے کہ آپ کی قیادت میں ہم لوگ مشترک موقف تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب رہیں گے اور اس اجلاس کے بعد ہم لوگ ایک متحدہ محاذ کی شکل میں عمل کرنے میں کامیاب رہیں گے۔

اقوام متحدہ سکریٹری جنرل کوفی انان:

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کوفی انان نے اپنی تقریر میں اسلامی تہذیب و تمدن اور فرہنگ وثقافت کی عظمتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ عالمی سطح پر دنیا کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کے لئے یہ اسلامی تمدن غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اور پوری ملت اسلامیہ عالم اس سے الہام وہدایت حاصل کررہی ہے لہذا ہم اس عظیم عوامی طاقت کے ذریعہ عالمی صلح وسلامتی کو اور زیادہ مستحکم بنا سکتے ہیں انہوں نے مزید کہا کہ عالمی صلح وسلامتی کو

اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کوفی انان نے اپنی تقریر میں اسلامی تہذیب وتمدن اور فرہنگ وثقافت کی عظمتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ عالمی سطح پر دنیا کے ایک ارب سے زیادہ مسلمانوں کے لئے یہ اسلامی تمدن غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اور پوری ملت اسلامیہ عالم اس سے الہام وہدایت حاصل کررہی ہے لہذا ہم اس عظیم عوامی طاقت کے ذریعہ عالمی صلح وسلامتی کو اور زیادہ مستحکم بنا سکتے ہیں۔

فروغ دینے میں اقوام متحدہ نے قابل ذکر کامیابی حاصل کی ہے۔

جناب کوفی انان نے کہا کہ صبر وتحمل اور عدل وانصاف مذہب اسلام کے ایسے دو اہم اور بنیادی عنصر ہیں جن کو عملی جامہ پہنانے میں پوری دنیا لگی ہوئی ہے۔ تمام بین الاقوامی تنظیموں منجملہ اسلامی کانفرنس تنظیم کی بھرپور شرکت وتعاون کے ذریعہ عالمی امن وسلامتی جیسے عظیم مقصد میں یقینا کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

انہوں نے طاقت کے نئے مراکز کی ایجاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگوں کو ان نئے مراکز قدرت کے درمیان توازن پیدا کرنے کی ایجاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم لوگوں کو ان نئے مراکز قدرت کے درمیان توازن پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تاکہ جدید نظام میں صلح وسلامتی کی ترقی کی راہیں ہموار ہو سکیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ایسے وقت میں تہران میں جمع ہوئے ہیں جبکہ دنیا میں ایک بنیادی تبدیلی آچکی ہے لیکن ہم بڑے اطمینان کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا کے تمام ممالک اور جملہ تہذیبی وتمدنی مراکز کے درمیان تعاون دنیائے بشریت کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے۔

اپنی تقریر کے آخری حصہ میں سکریٹری جنرل کوفی انان صاحب نے اس بات پر مسرت اور فخر کا اظہار کیا کہ انہیں قدیم تہذیبی دارالحکومت تہران میں منعقدہ اسلامی کانفرنس کے آٹھویں عظیم الشان اجلاس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

عرب لیگ کے سکریٹری جنرل عصمت عبدالمجید:

اسلامی کانفرنس کے آٹھویں اجلاس میں عرب لیگ کے سکریٹری جنرل میں عرب لیگ کے سکریٹری جنرل عصمت عبدالمجید نے اظہار خیال کیا کہ عرب لیگ اور اسلامی کانفرنس تنظیم کو دنیائے اسلام کے معاملات ومسائل کے سلسلے میں نہایت سنجیدگی سے غور وفکر کرنا چاہئے اور ان مسائل کو حل کرنے کے لئے متحدہ طور پر قدم اٹھانا چاہئے۔ انہوں نے اجلاس میں اپنی تقریر کے دوران کہا کہ سردست صلح وسلامتی کے مستقبل کے لئے بڑا خطرہ لاحق ہو گیا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اسرائیل بین الاقوامی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے علاقے کے دیگر ملکوں کے خلاف حملہ آورانہ سرگرمیوں میں لگا ہوا ہے لہذا با اثر ملکوں کو چاہئے کہ وہ اسرائیل پر دباؤ ڈالیں کہ وہ ظالمانہ روش سے باز آجائے۔

عصمت عبدالمجید نے بعض اسلامی ممالک میں موجود بحرانی صورتحال پر اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ بعض اسلامی ممالک میں برادرکشی کی وجہ سے اسلامی وسائل وامکانات کی تباہی کا سلسلہ جاری ہے اور افغانستان وصومالیہ کے مسلمانوں کے درمیان کافی زمانے سے چل رہے اختلافات کی وجہ سے ساری دنیا کے مسلمان بہت رنجیدہ وغمگین ہیں۔

انہوں نے اپنی تقریر کے آخری حصہ میں کہا کہ "مجھے اطمینان ہے کہ اسلامی جمہوریہ ایران کے صدر اور اسلامی کانفرنس تنظیم کے موجودہ چیرمین خاتمی صاحب کی حکیمانہ قیادت میں امت اسلامیہ عالم کے تمام مسائل کا خاتمہ ہو جائے گا۔

صدر جمہوریہ شام حافظ اسد:

اسلامی تنظیم کے آٹھویں اجلاس میں عرب ممالک کی نمائندگی کرتے ہوئے شام کے صدر

مملکت حافظ اسد نے اپنی تقریر کے دوران اعلان کرتے ہوئے کہا کہ عرب ممالک تہران میں منعقدہ اسلامی کانفرنس تنظیم کے اس آٹھویں اجلاس کو مشترک دشمن کے خلاف تمام مسلمانوں کی عملی جدوجہد کی شروعات مان سکتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں مزید کہا کہ ایمان کی طاقت اور اپنے مادی وسائل و امکانات کو بروئے کار لاتے ہوئے ہم اپنے عظیم مقاصد میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ انہوں اسرائیل کو مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و اختلاف پیدا کرنے والے عنصر کے نام سے یاد کرتے ہوئے کہا کہ ہم لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ رہنا چاہئے کہ تفرقہ و اختلاف دشمن کی کامیابی کا ذریعہ و وسیلہ ہوگا۔

اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مشترک مذہبی، تاریخی تعلقات اسلامی ممالک اور قوموں کو ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت دیتے ہیں اور موجودہ اسلامی معاشروں کے مسائل و مصائب کے حل کا واحد ذریعہ دین مبین اسلام ہے۔ انہوں نے تہران کے اس اجلاس کو نہایت امید افزا قرار دیتے ہوئے کہا کہ یہ انتہائی خوشی کی بات ہے کہ اسلامی کانفرنس تنظیم کی قیادت کی باگ ڈور اس وقت ایک ایسے ملک کے ہاتھوں میں ہے جو دین اسلام کے احکامات کی بنیاد پر اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف نبرد آزمائی میں ہمہ تن سرگرم ہے۔

صدر جمہوریہ حافظ اسد نے عرب ملکوں کے نمائندہ کی حیثیت سے اسلامی جمہوریہ ایران کا شکریہ ادا کیا کہ وہ صیہونی حکومت کے خلاف عوامی تحریک و جدوجہد کی حمایت کر رہا ہے۔ ہم عرب اور عجمی مسلمان مشترک خطروں سے دوچار ہیں کیونکہ اس صدی کے اوائل میں شروع ہونے والے صیہونی حملات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے اور یہ عربوں اور مسلمانوں کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ سردست صیہونی حکومت نے عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف مختلف النوع حملات کا لامتناہی سلسلہ چھیڑ رکھا ہے لہذا امت اسلامیہ کو باہمی اتحاد کے ذریعہ ان خطرات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔

صدر جمہوریہ حافظ اسد نے عرب ملکوں کے نمائندہ کی حیثیت سے اسلامی جمہوریہ ایران کا شکریہ ادا کیا کہ وہ صیہونی حکومت کے خلاف عوامی تحریک وجدوجہد کی حمایت کر رہا ہے۔

اقتصادی تعاون تنظیم ECO کے جنرل سکریٹری جناب ارندر ادزار:

ECO سکریٹری جنرل نے اپنی تقریر میں اس آٹھویں اجلاس کی تشکیل کے سلسلے میں اسلامی جمہوریہ ایران کی زحمتوں کے لئے شکریہ ادا کرتے ہوئے یہ امید ظاہر کی کہ یہ عظیم الشان اجلاس یقینا مثبت نتائج کا حامل ہوگا اور اس کی وجہ سے دنیائے اسلام میں اتحاد اور ہم آہنگی کی فضا ہموار ہوگی۔

انہوں نے اپنی تقریر میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ اسلامی کانفرنس تنظیم دنیا کی ایک تہائی آبادی اور ایک چوتھائی جغرافیائی علاقے کی نمائندگی کے

جناب کوفی انان نے کہا کہ صبر و تحمل اور عدل و انصاف مذہب اسلام کے ایسے دو اہم اور بنیادی عنصر ہیں جن کو عملی جامہ پہنانے میں پوری دنیا لگی ہوئی ہے۔ تمام بین الاقوامی تنظیموں منجملہ اسلامی کانفرنس تنظیم کی بھرپور شرکت و تعاون کے ذریعہ عالمی امن و سلامتی جیسے عظیم مقصد میں یقینا کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

فرائض انجام دے رہی ہے لہذا اس تنظیم کے ممبر ملکوں کو مذہبی اور ثقافتی مشترکات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے آپسی اقتصادی تعلقات کو بھی زیادہ سے زیادہ فروغ دینا چاہئے۔

انہوں نے اسلامی کانفرنس تنظیم اور ECO کے درمیان تعاون کے مثبت نتائج کا تجزیہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس تعاون سے دونوں تنظیموں کو بھرپور فائدہ ہوا ہے۔

ناوابستہ تحریک کے نمائندے نائب صدر جمہوریہ کولمبیا:

ناوابستہ تحریک کے نمائندہ کی حیثیت سے نائب صدر جمہوریہ کولمبیا نے اسلامی کانفرنس کے آٹھویں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ناوابستہ تحریک اور اسلامی کانفرنس تنظیم صلح اور تعاون کے سلسلے میں مشترکہ خیالات کے حامل ہیں کہ یہ کام مشترکہ قدروں کی بنیاد پر انصاف' قانون' باہمی احترام اور ایک دوسرے کے معاملات میں عدم مداخلت جیسے اصولوں کی پیروی کے ذریعہ ہی انجام دیا جاسکتا ہے۔

اپنی تقریر کے دوران کولمبیا کے نائب صدر نے مسئلہ فلسطین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ناوابستہ تحریک نے مقبوضہ علاقوں میں اسرائیل کے اقدامات کی مذمت کی ہے اور اس کا یہ عقیدہ ہے کہ مشرق وسطی میں امن وسلامتی کے قیام کے سلسلے میں کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔

صدر جمہوریہ سینیگال' افریقی ممالک کے نمائندہ کی حیثیت سے:

اسلامی کانفرنس تنظیم کے آٹھویں اجلاس میں افریقی ممالک کی نمائندگی کرتے ہوئے صدر جمہوریہ سینیگال نے اپنی تقریر کے دوران رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمی سید علی خامنہ ای کا شکریہ ادا کیا انہوں نے اپنی موجودگی کے ذریعہ اسلامی کانفرنس کے اس اجلاس کی عظمت اور قدروقیمت میں غیر معمولی اضافہ

وزیر اعظم حسینہ واجد نے مزید اعلان کیا کہ نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج دنیائے اسلام بیگانہ طاقتوں کے منصوبوں کی قربانی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اضافہ کردیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں صدر جمہوری اسلامی ایران حجت الاسلام سید محمد خاتمی اور حکومت ایران کے اعلی افسران کا بھی شکریہ ادا کیا کہ وہ غیر معمولی زحمتوں کو برداشت کرتے ہوئے اس کانفرنس کی تشکیل میں پوری طرح کامیاب رہے۔

اس تنظیم کے اہم مقام ومرتبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان تمام وسائل وامکانات کی فراہمی پر زور دیا جن کے ذریعہ تنظیم کے بنیادی اغراض ومقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے لازمی اور کارآمد منصوبے تیار کئے جائیں اور یہ تنظیم ہر شعبۂ حیات میں ترقی کی منزلیں طے کرسکے۔

صدر جمہوریہ سینیگال نے کہا کہ مسئلہ فلسطین دنیائے اسلام کی اہم ترین پریشانیوں میں سے ایک ہے۔ انہوں نے اپنی اس تقریر کے دوران یہ بھی مطالبہ کیا کہ مسئلہ فلسطین میں اقوام متحدہ کی منظور شدہ قراردادوں کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مطالبہ کیا کہ تمام اسلامی ملکوں کو مسئلہ لیبیا اور حکومت بوسنیا کی مشکلات اور خلیج فارس میں صلح وسلامتی کے قیام کے سلسلے میں خصوصی توجہ دینی چاہئے اور دنیائے اسلام کے اہم مسائل کو حل کرنے کے لئے حتی الامکان کوشش کی جانی چاہئے۔

عبدوودیوف نے اسلامی کانفرنس تنظیم اور اقوام متحدہ کے درمیان گہرے نزدیکی تعلقات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اسلامی تنظیم پہلے سے زیادہ اہم اور موثر کردار ادا کرے۔

صدر جمہوریہ سینیگال نے بعض معاشروں کی اسلام اور اس کی تعلیمات سے ناواقفیت پر اظہار افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ کانفرنس تنظیم کو چاہئے کہ وہ اسلام کے حقیقی چہرے کو واضح اور روشن انداز میں پیش کرتے ہوئے اسلامی فرہنگ وثقافت اور افکار وعقائد کی ترویج وترقی کی زمین ہموار کرے۔

اپنی تقریر کے آخر میں انہوں نے تمام اسلامی ممالک کے درمیان وحدت واتحاد کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ باہمی اسلامی اتحاد کے سائے میں اسلامی ملکوں کو کمزور مسلمان ملکوں کی حتی الامکان مدد کرنی چاہئے۔

کربلا

خون سے لکھی گئی ہے داستان کربلا
بن گیا ہے مرثیہ ذکر و بیان کربلا
گونجتی ہے ہر طرف آہ و فغان کربلا
آج تک ہیں اہل عالم نوحہ خوان کربلا
سرپہ سورج زیر پا ریگ تپان کربلا
وادی غربت میں ہے یہ کاروان کربلا
وہ بگولوں کا نگر سوزو تپش کی رہگزر
دور تک ہے کاخ و کو ہے خاکدان کربلا
دھوپ میں تپتا ہوا صحرا ہے بے نخل و گیاہ
گامزن ہیں آبلہ پا رہروان کربلا
ہر طرف جور یزید حکمران شام ہے
نذر گیرودار ہے امن وامان کربلا

حرمت اسلام پہ قربان ہونے کے لئے
آگئے ہیں سربکف پیر و جوان کربلا
رہروان جادۂ حق ہیں مگر ثابت قدم
ہے بہت صبر آزما یہ امتحان کربلا
قطرے قطرے کو ترستے ہیں سرجوئے فرات
خستہ جان کربلا، تشنہ دہان کربلا
نرغۂ اغیار میں ہے خیمہ اہل عبا
ہر طرف عریاں ہے تیغ خوں چکان کربلا
وہ یزید وشمر وہ ابن زیاد بد نہاد
ہوگئے ناپید آخر قہرمان کربلا
ہے شہیدوں کے قدم سے آج وہ عظمت نشاں
ہے زیارت گاہ عالم آستان کربلا
کانپتا ہے ہاتھ ماہرؔ تھرتھراتا ہے قلم
کتنی مشکل سے لکھی ہے داستان کربلا

اقبال ماہر

عید غدیر

... تنظیم میں قیادت اور اس کی انتظامی طاقت کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور ہر علامت میں علامت کی قائدانہ کیفیت کو اس کا اہم جز قرار دیا جاتا ہے۔ جس تنظیم میں اسلام رونما ہوا اور اپنے جملہ احکام پر مکمل اعتقاد و ایمان رکھنے والے پیغمبرؐ نے اس کو پروان چڑھایا اس کے لئے یہ ایک لازمی امر ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد امت اسلامیہ کی قیادت و رہبری کی باگ ڈور ایسے شخص کے ہاتھوں میں ہو جو تمام چیزوں مثلاً علم' تقویٰ' ایمان' جہاد' تحمل' اطلاع' سعی اور عقل و دانش... وغیرہ میں بالکل پیغمبرؐ کی طرح ہو اور ان کی عدم موجودگی میں ان کی بھرپور نمائندگی کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس حقیقت سے سبھی واقف ہیں کہ اسلام کے دامن تربیت میں پروان چڑھنے والوں میں فقط حضرت علیؑ میں یہ جملہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جس کا اعتراف علیؑ کے چاہنے والوں نے ہی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں نے بھی کیا ہے اور انہیں حقائق کو نگاہ میں رکھتے ہوئے پیغمبر اکرمؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر کے میدان میں علیؑ کی مولایت کا اعلان کیا تھا جس کی تردید ناممکن ہے۔

پس ''غدیر'' کا انکار در حقیقت اسلام کا انکار ہے کیونکہ غدیر اسلام کی قسمت کو معین کرتا ہے یعنی اگر اسلام حقیقی اسلام کی شکل میں باقی رہنا چاہتا ہے اور اس کی تمام امور و مسائل میں ویسا ہی عمل کیا جائے جیسا کہ پیغمبرؐ کے دور میں ہوا کرتا تھا اور نئے رو نما ہونے والے مسائل و معاملات میں، افراد و اشخاص کے ذاتی افکار و خیالات اور گمان و قیاس کو نہیں بلکہ فقط اسلامی اور قرآنی اصولوں کو کسوٹی مانتے ہوئے اور علم نبوی کو میزان مانتے ہوئے کوئی فیصلہ کیا جائے اور وحی الٰہی پر مبنی احکام محمدی کو آفاقیت حاصل ہو جائے تو اسلامی معاشرہ کو ایسی قیادت و رہبری سے مالا مال ہونا چاہئے جو ہر شعبۂ حیات میں پیغمبر اکرمؐ کی طرح اسلام کی صحیح تبلیغ و اشاعت اور مکمل احتیاط و وسیع معلومات کے ساتھ اسلامی احکام کی تعمیل و ترویج کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد نہ رکھتا ہو، جو سر سے لیکر پیر تک اسلام اور اسلامی اعمال کا مجسمہ ہو، جو حقیقی اسلام کی ترویج و تعمیل کرے اور جو صرف یہ کہ بیس سال تک معاویہ کو بڑے اور قرآنی و اسلامی علاقوں پر مسلط نہ ہونے دے بلکہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی حکومت کو تحمل نہ کرے اور جو پیغمبرؐ کی طرح نہ صرف یہ کہ بیت المال اور عوامی حقوق کے دفاع کی وجہ سے ابوذر غفاری کو جلاوطن نہ کرے بلکہ جب انہیں جلاوطنی کی سزا دی جائے تو وہ ان کے ساتھ اعلانیہ

ہمدردی ظاہر کرے اور ان کے احترام میں کچھ دور تک ان کے ہمقدم وہمراہ رہے۔

پس غدیر کا محور و محتوا اسلام 'اسلامی احکام پر عمل 'اسلامی مملکت کی حدود میں اسلام کا استحکام' بیرونی مملکتوں میں فکری اور عملی اعتبار سے اسلام کی صحیح تبلیغ و اشاعت اور اسلام کی بقا ہے۔ دوسری عبارت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ غدیر کا اصل مقصد ، محتوا اسلامی حدود کا قیام اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو عملی طور پر جاری رکھنا ہے کیونکہ احکام خداوندی کی عزت وبقا فقط انہیں دو چیزوں میں پوشیدہ ہے اور دنیا کے ہر گوشے میں جملہ قرآنی احکام کی تبلیغ واشاعت دوام وسائل کے ذریعہ ممکن ہے پس ایسے اہم اسلامی واقعہ کی تردید اسلام کی تردید نہیں ہے۔

بلکہ یہ قرآنی 'اسلامی اور محمدی قیادت ورہبری ہے اور یہ محض زبانی جمع خرچ نہیں بلکہ حقیقت سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ دوسری عبارت میں یوں سمجھ لیجئے کہ حدیث نبوی کی روشنی میں اسلام کی بنیاد یہ ہے کہ وہ بادشاہت اور ملوکیت کو نبوت ووصایت کا جانشین نہ ہونے دے اور آزاد شب زندہ دار 'مجاہد وپاکدل' حافظ قرآن اور حقیقی مومن مسلمانوں کے پیکر پر اموی اور عباسی حکومتوں کے ستون قائم نہ ہونے دے۔

دوسری عبارت میں علوی حسنی اور حسینی حکومت کے بجائے فاسق وظالم اور قرآن دشمن حکومتوں کی تشکیل نہ ہونے دے چنانچہ انہیں مقاصد کے پیش نظر اور مختلف احادیث کے بموجب پیغمبر

"یوم غدیر خم ہماری امت والوں کے لئے بڑی اور بافضیلت ترین عیدوں میں سے ہے اور یہی وہ دن ہے کہ خداوند عالم نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے بھائی علی ابن ابیطالبؑ کو اپنی امت کا قائد بنادوں تاکہ میرے بعد لوگ ان کی پیروی کریں اور یہی وہ دن ہے جس دن خداوند عالم نے اپنے دین کو کامل کردیا۔"

یہی وجہ ہے کہ ہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام وپیشوا کے بغیر دین کامل نہیں ہے چنانچہ عربی زبان کا نامور شیعہ شاعر شیخ کاظم ازری بغدادی اپنے مشہور قصیدہ "ہائیہ" میں اپنے خیالات کو اس انداز میں پیش کرتا ہے:

"أنبيٌ بلا وصيٍ تعالىٰ الله عما يقوله سفها ها۔"

"یوم غدیر خم ہماری امت والوں کے لئے بڑی اور بافضیلت ترین عیدوں میں سے ہے اور یہی وہ دن ہے کہ خداوند عالم نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے بھائی علی ابن ابیطالبؑ کو اپنی امت کا قائد بنادوں تاکہ میرے بعد لوگ ان کی پیروی کریں اور یہی وہ دن ہے جس دن خداوند عالم نے اپنے دین کو کامل کردیا۔" رسول اکرمؐ

اسی وجہ سے پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "مسلمانوں کی بافضیلت ترین عید غدیر ہے۔" یعنی یہ ایک عظیم ترین سماجی اور مذہبی واقعہ ہے جو دامن اسلام میں موجود ہے لہذا عید غدیر کی یاد تازہ رکھنا اور اس کے بنیادی مقصد کی طرف متوجہ رہنا لازمی ہے کیونکہ اس کا تعلق امت کی قیادت ورہبری سے ہے اور یہ قیادت ورہبری عام نوعیت کی حامل نہیں ہے

اکرمؐ نے مسلمانوں کو مذہبی تعلیم سے نزدیک رکھنے کے لئے غدیر کے میدان میں عظیم واقعہ کا اہتمام کیا ہے تاکہ امت اسلامیہ اس کی اہمیت کی طرف بخوبی متوجہ رہے۔ فرات بن ابراہیم کوفی نے محمد بن ظہیر سے اور عبداللہ بن فضل نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور آنحضرتؑ نے اپنے اجداد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

یعنی کیا پیغمبرؐ بغیر وصی وجانشین ہوتا ہے؟! خداوند عالم اور اس کا دین ان ابلہانہ اور غیر عاقلانہ باتوں سے بہت بلند وبالا تر ہے۔"

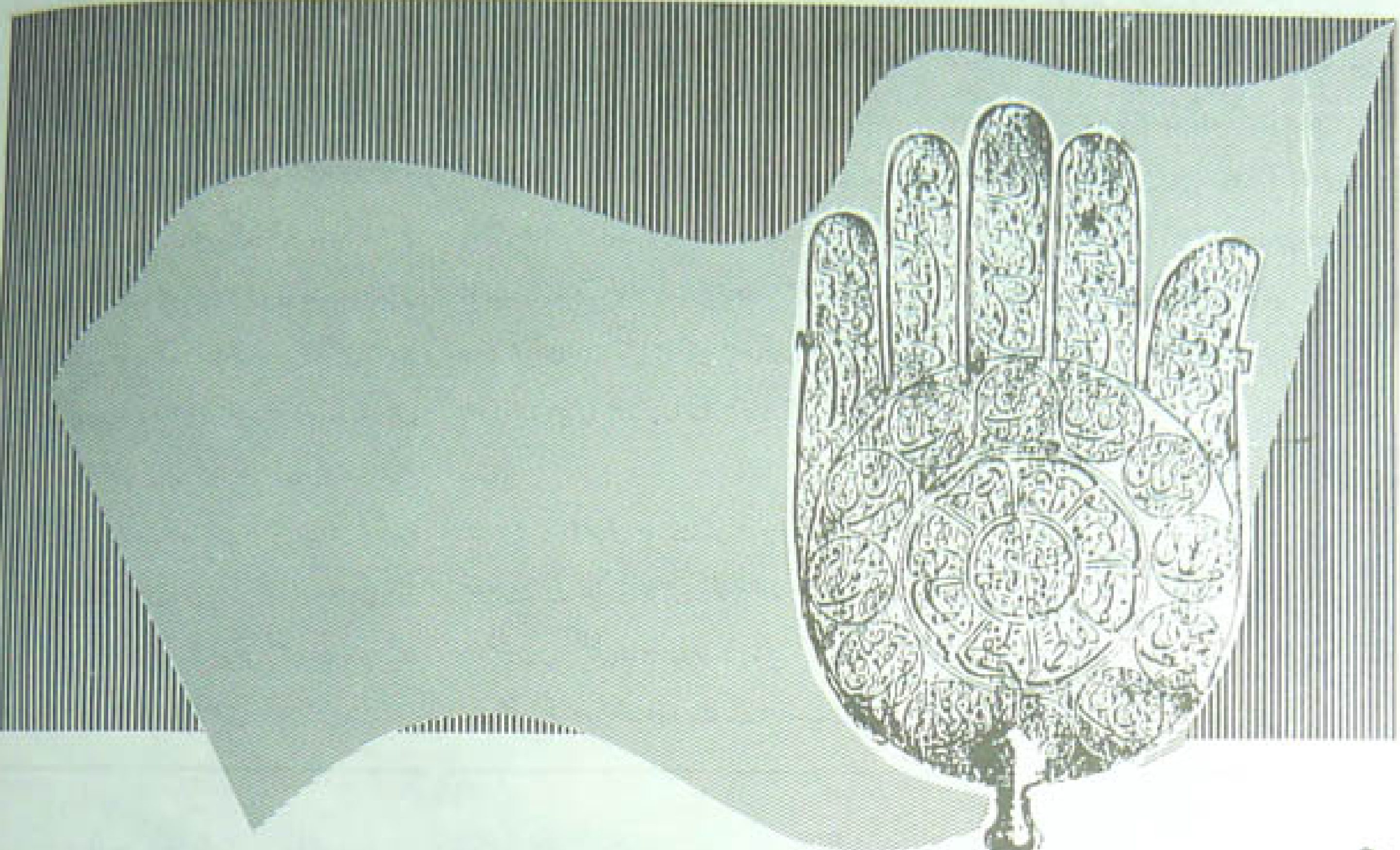

حسینی انقلاب کے اغراض و مقاصد

ماہ محرم یعنی تلوار پر خون اور ظالم پر مظلوم کی فتح و کامیابی کا مہینہ قریب آیا ہے۔ یہ عزاداری، سوگواری اور کربلا کے شہیدوں کے رنج و مصائب سے تذکرہ کا مہینہ ہے۔ شہداء کی یاد میں نوحہ و ماتم اور عزاداری و سینہ زنی در حقیقت اسلام اور مسلمانوں کی بقاء و سربلندی کی ضمانت ہے اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ "اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔"

اسلام کا کوئی بھی عمل، فعل عبث اور بے مقصد نہیں رہا ہے لہٰذا یہ سوگواری و سینہ زنی بھی مختلف النوع اغراض و مقاصد کی حامل ہے جنہوں نے خداوند عالم کے پسندیدہ ترین دین مبین اسلام کی بقاء و استقامت کی خاطر کربلا کے میدان میں دشمن کی تلواروں کو گلے لگایا۔ جی ہاں! فقط حسین مظلوم ہی نہیں بلکہ ان کی تحریک سے وابستہ ہر مرد و عورت کمسن و سن رسیدہ اور شہید و اسیر کی ایک ہی خواہش تھی کہ نانا کا دین بچ جائے چاہے سارا سرمایۂ حیات پامال ہو جائے۔ ماہ عزا کی مناسبت سے درج ذیل مقالہ میں حسینی تحریک کے مقاصد و محرکات کا اجمالی تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ حسین مظلومؑ کے سوگوار ان مقاصد عالیہ کی طرف بھی متوجہ رہیں جن کی وجہ سے تاریخ بشریت کا یہ دردناک ترین واقعہ یعنی واقعہ کربلا رونما ہوا جس نے آزادی و خوداعتمادی کا ایسا پیغام دیا ہے جو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے:

حسینی تحریک میں مختلف اسباب و عوامل دکھائی دیتے ہیں اور مختلف اسباب کی مداخلت و موجودگی کی وجہ سے ہی یہ واقعہ اگرچہ تاریخی اعتبار سے زیادہ تفصیل کا حامل نہیں ہے لیکن تفسیری اعتبار سے اور اس تاریخی واقعہ کی ماہیت کو سمجھنے کے سلسلے میں طرح طرح کی پیچیدگی محسوس ہوتی ہے اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس واقعہ کی بہت سی تفسیریں موجود ہیں اور کبھی کبھی اس عظیم واقعہ سے ناجائز فائدے بھی اٹھائے گئے ہیں۔ درحقیقت اس داستان کی پیچیدگی ان عناصر کی وجہ سے ہے جو واقعہ کے رونما ہونے میں موثر رہے ہیں۔ ہمیں اس واقعہ میں بہت سے مسائل دکھائی دیتے ہیں۔ ایک جگہ امام حسینؑ سے مطالبۂ بیعت اور امام حسینؑ کے ذریعہ انکار بیعت کی بات ملتی ہے۔ دوسری جگہ اہل کوفہ کی طرف سے امام حسینؑ کو بلانے اور امام حسینؑ کے ذریعہ ان کی دعوت کو قبول کرنے کی بات کہی گئی۔ دوسری جگہ طلب بیعت 'تردید مطالبۂ بیعت' اہل کوفہ کی دعوت اور اس کی قبولیت کی طرف ذرہ برابر توجہ کئے بغیر اس دور کے حالات اور حکومت وقت کی بے راہ روی وبد عنوانیوں پر تنقید کرتے ہوئے امام حسینؑ اس بات کا

تذکرہ کرتے ہیں کہ اسلام نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا تھا اسے حلال اور جن چیزوں کو حلال کیا تھا انہیں حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے حالات میں ایک مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سکوت و خاموشی اختیار نہ کرے۔ اس جگہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ نہ امام حسینؑ بیعت کا تذکرہ کرتے ہیں اور نہ ہی اہل کوفہ کی دعوت کی طرف اشارہ کرتے ہیں یعنی نہ اس بیعت کا تذکرہ کرتے ہیں جس کا یزید مطالبہ کرتا تھا اور نہ اس بیعت کا ذکر کرتے ہیں جس کا اظہار اہل کوفہ نے اپنے دعوت نامہ میں کیا تھا۔ پس غور طلب بات یہ ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ کیا یہ مسئلہ "مسئلہ بیعت" تھا؟ کیا یہ مسئلہ "مسئلہ دعوت" تھا؟ یا یہ مسئلہ "منکرات کی ترویج و اشاعت کے خلاف اعتراض و تنقید" کا مسئلہ تھا؟ آخر ان میں سے کون سا مسئلہ تھا اور اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ہم ان چیزوں کو بنیادی حیثیت دیتے ہیں؟ اور سچ پوچھئے تو حقیقت تو یہ ہے کہ واقعہ کربلا کے رونما ہونے میں یہ تمام اسباب و عوامل کار فرما تھے اور امام حسین علیہ السلام نے ان تمام اسباب و عوامل کے سلسلے میں اپنے ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے۔

ان اسباب و عوامل میں ایک سبب یہ تھا کہ معاویہ کی وفات کے فوراً بعد یزید ابن معاویہ یہ فرمان جاری کرتا ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو حسین ابن علی (علیہ السلام) سے بیعت لے لی جائے۔ امام حسینؑ اس مطالبہ بیعت کو ٹھکرا دیتے ہیں لیکن یزیدی حکومت ہر قیمت پر حسینؑ سے بیعت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور امام حسینؑ بڑی سختی سے یزید کی بیعت سے انکار کرتے ہیں اور کسی بھی قیمت پر وہ اس بات کے لئے ہرگز راضی نہیں ہوتے ہیں کہ یزید کی بیعت قبول کرلیں لہٰذا اسی وجہ سے شدید مخالفت اور مبارزہ و صف آرائی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

حسینی انقلاب کے سلسلے میں دوسرے وجہ کا سبب اہل کوفہ کی جانب سے امام حسینؑ کو مدعو کرنا ہے تاکہ وہ لوگ ان کے ہاتھوں پر بیعت کرسکیں۔ یعنی ایک طرف سے یزید اپنی بیعت کے لئے اصرار کرتا ہے اور دوسری طرف سے کوفہ والے خود امام حسینؑ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لئے مصر ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں امام حسینؑ مکہ کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ مکہ میں ایک دو مہینہ قیام کے بعد کوفہ والوں کو اس وقت کے حالات کی اطلاع ملتی ہے چنانچہ وہ لوگ امام کو کوفہ آنے کی دعوت دیتے ہیں جبکہ ہم لوگ یہ سنا کرتے ہیں اور نصاب کی بعض کتابوں میں بھی یہ لکھا جاتا ہے کہ اہل کوفہ کی دعوت حسینی تحریک کا سبب نہیں ہے بلکہ امام کی تحریک اہل کوفہ کی دعوت کا سبب ہے۔ جی ہاں! ایسا نہیں تھا کہ اہل کوفہ کی دعوت کی وجہ سے امام حسینؑ نے انقلاب برپا کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب حسینؑ مظلوم نے یزیدی حکومت کے مطالبہ بیعت کو ٹھکرانے کے بعد منکرات کی ترویج کی اعلانیہ مخالفت کا مظاہرہ کیا اور کوفے والوں کو حسینی انقلاب کی اطلاع ملی تو ان لوگوں نے اپنے یہاں کے حالات کو بہتر سمجھتے ہوئے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ انہیں کوفہ بلا لیا جائے۔

واقعہ کربلا اور حسینی انقلاب کے رونما ہونے کا تیسرا اور اہم ترین سبب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے کہ جس کا ذکر خود امام حسینؑ نے مکمل وضاحت کے ساتھ یزید کے مطالبہ بیعت اور اہل کوفہ کے دعوت نامہ کی طرف اشارہ کئے بغیر کئی مرتبہ کیا ہے۔ اور اپنے ان بیانات میں اس بات پر تاکید فرمائی ہے کہ واقعہ کربلا کے رونما ہونے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

قدر و قیمت اور حیثیت و اہمیت کے اعتبار سے تینوں اسباب و عوامل ایک ہی جیسے ہیں اور تینوں اپنی معین حد تک اس تحریک کی ارزش و اہمیت میں اضافہ کا باعث ہیں البتہ اہل کوفہ کی طرف سے امام حسینؑ کو مدعو کرنے کی بات زیادہ اہم نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ نہایت سادہ اور معمولی بات دکھائی دیتی ہے کیونکہ اس کا حقیقی تجزیہ کرنے کے لئے حسینؑ کے اعمال کو کسوٹی بنانا ہوگا اور تمام معاملات کو اسی کسوٹی کی مدد سے پرکھنا ہوگا۔ اس سبب کی وجہ سے ایک طاقتور علاقہ اپنی آمادگی کا اعلان کرتا ہے۔ قاعدہ حد اکثر کے مطابق اس کی وجہ سے پچاس فیصد کامیابی کی امید موجود تھی اور کوئی بھی شخص اس سے زیادہ کامیابی کی امید نہیں رکھتا تھا۔ جب اہل کوفہ نے اتفاق کا مظاہرہ کیا اور یہ بھی تسلیم کرلیں کہ ان لوگوں نے اتفاق رائے سے بھی کام لیا اور وہ اپنے وعدہ پر ثابت قدم بھی رہ گئے ہوتے اور خیانت نہ کی ہوتی تو بھی اس بات کو یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ امام حسینؑ اپنی تحریک میں سو فیصد کامیابی حاصل کرلیتے

قدر و قیمت اور حیثیت و اہمیت کے اعتبار سے تینوں اسباب و عوامل ایک ہی جیسے اور تینوں اپنی معین حد تک اس تحریک کی ارزش و اہمیت میں اضافہ کا باعث ہیں البتہ اہل کوفہ کی طرف سے امام حسینؑ کو مدعو کرنے کی بات زیادہ اہم نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ نہایت سادہ اور معمولی بات دکھائی دیتی ہے۔

کیونکہ یزیدی لشکر میں صرف اہل کوفہ ہی نہیں تھے۔ اگر صرف اہل شام کو 'جو عرصہ دراز سے ابوسفیان کی اولاد کے حق میں وفادار تھے' نگاہ میں رکھا جائے تو کامیابی کا امکان پچاس فیصد سے بھی کم ہو جاتا ہے (یہ اہل شام ہی تو تھے جنہوں نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے دور خلافت میں صفین میں کوفہ والوں کے خلاف نبرد آزمائی کی اور ان لوگوں نے اٹھارہ مہینے تک کوفہ والوں کے خلاف جنگ کی۔ اس جنگ کے دوران جانی نقصانات کے باوجود شام والے کوفہ والوں کا مقابلہ کرتے رہے) اگر اس صورتحال کو نگاہ میں رکھا جائے تو حسینی تحریک کی کامیابی کے امکانات چالیس بلکہ تیس فیصد ہی رہ جاتے ہیں۔ ایک علاقے کے لوگوں نے اپنی آمادگی کا اظہار کیا تو امام ان لوگوں کی دعوت کا مثبت جواب دیتے ہیں پس ایک معین حد تک اس دعوت کی اہمیت ضرور ہے اور وہ حد معمولی سطح سے آگے نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ دوسرے عام لوگ بھی ان حالات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مثبت جواب ہی دیں۔ لیکن مطالبۂ بیعت اور امام حسینؑ کی طرف سے انکار بیعت ایک ایسا سبب ہے جو تحریک کے ابتدائی مرحلہ سے موجود اور واضح تھا اور اس کی اہمیت اہل کوفہ کی دعوت سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ یہ حسینی تحریک کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ لوگوں نے ابھی اس تحریک کی حمایت و طرفداری کا اظہار و اعلان نہیں کیا ہے اور کسی طرف سے حمایت و طرفداری کی پیشکش بھی نہیں کی گئی ہے۔ ایک ایسی جابر و طاقتور حکومت 'جس نے معاویہ کی گزشتہ بیس سالہ حکومت کے دوران سختی اور دباؤ کی سیاست کو اس کی آخری منزلوں تک پہونچا دیا تھا خصوصاً معاویہ نے اپنی حکومت کے آخری دس برسوں کے دوران ایسی سختی کا مظاہرہ کیا کہ وہ جس آدمی سے جو کام لینا چاہتا تھا بڑی آسانی سے لے لیا کرتا تھا۔ اس نے عوام الناس پر اپنا ایسا رعب و دبدبہ قائم کر لیا تھا کہ اس کی مملکت کے ہر گوشہ میں یہاں تک کہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں بھی خطبۂ نماز جمعہ میں حضرت علی علیہ السلام پر 'جنہیں رئیس الاشہاد کہا جاتا تھا' لوگ اعلانیہ تبرا کیا کرتے تھے اور اس نازیبا حرکت کو عبادتی عمل سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ معاویہ اور اس کے اردگرد جمع رہنے والے لوگوں نے بیت المال پر قبضہ جما رکھا تھا اور اس کو اپنی شہرت و نام و نمود حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا کرتے تھے۔ دور حاضر کی اصطلاح میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں علماء اور روحانی شخصیتوں کو حکومت نے اپنا ملازم بنا رکھا تھا۔ ملک کی پروپگنڈہ مشینری اور ابلاغ عامہ کے تمام وسائل کو پوری طرح خرید لیا گیا تھا اور پیغمبر اکرمؐ کی حدیثوں میں حکومت کی مرضی کے مطابق تبدیلی کا بازار گرم تھا اور احادیث نبوی میں اعلانیہ طور پر ناموں کو تبدیل کیا جا رہا تھا اور حضرت علیؑ کے دشمنوں کی مدح میں حدیثیں گڑھی جا رہی تھیں۔ مورخین نے لکھا ہے سمرۃ ابن جندب نے آٹھ ہزار مثقال سونے کے بدلے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ایک حدیث گڑھی ان حالات کو نگاہ میں رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اموی دور حکومت میں تاریخ میں پھیر بدل کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ ان تمام خیانتوں کے باوجود اگر کچھ تاریخی حقیقت باقی رہ گئی تو در حقیقت یہ حسینی تحریک جیسے واقعات کا کرشمہ تھا ورنہ اگر امام حسین علیہ السلام نے بھی ان خیانتوں اور غیر اسلامی حرکتوں کے خلاف سکوت اور خاموشی اختیار کر لی ہوتی تو آج تاریخ کا رنگ و روپ بالکل ہی بدل چکا تھا۔ پس اس پہلو کو نگاہ میں رکھتے ہوئے امام حسین علیہ السلام کی تحریک میں اہل کوفہ کی دعوت والے سبب کو قدرے زیادہ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔

دوسری جگہ طلب بیعت 'تردید مطالبۂ بیعت' اہل کوفہ کی دعوت اور اس کی قبولیت کی طرف ذرہ برابر توجہ کئے بغیر اس دور کے حالات اور حکومت وقت کی بے راہ روی و بدعنوانیوں پر تنقید کرتے ہوئے امام حسینؑ اس بات کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اسلام نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا تھا اسے حلال اور جن چیزوں کو حلال کہا تھا انہیں حرام قرار دے دیا گیا ہے۔

حسینی انقلاب کے رونما ہونے کے سلسلے میں تیسرا سبب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا جس کے بارے میں خود امام حسین علیہ السلام جگہ جگہ پر نہایت واضح انداز میں اعلان کرتے ہیں 'اس سلسلے میں پیغمبرؐ کی احادیث کی روشنی میں اپنے مقصد کا اعلانیہ اظہار بھی کرتے ہیں اور مطالبۂ بیعت واہل کوفہ کی دعوت کا ذکر کئے بغیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہیں اور یہ ایسا سبب ہے جو حسینی تحریک کی قدر و قیمت اور ارزش و اہمیت میں کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے اور یہی وہ سبب ہے جس نے اس حسینی تحریک میں ہمیشہ باقی رہنے کی صلاحیت پیدا

کردی اور یہ واقعہ زندۂ جاوید صفات کا حامل ہو گیا اور یہ رہتی دنیا تک کے لئے ایک سبق آموز اور یادگار واقعہ بن گیا۔ اگرچہ اس حسینی تحریک کے سلسلے میں تمام اسباب و عوامل سبق آموز ہیں لیکن اس میں سبق آموزی کی صلاحیت کچھ زیادہ ہے کیونکہ یہ سبب نہ دعوت پر منحصر ہے اور نہ مطالبہ بیعت پر۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر اہل کوفہ نے امام حسینؑ کو دعوت نامہ نہ بھیجا ہوتا اور یزید نے ان سے بیعت کا مطالبہ نہ کیا ہوتا تو بھی وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی وجہ سے اپنی تحریک کے ساتھ صدائے اعتراض و احتجاج ضرور بلند کرتے اور ہرگز خاموش نہ بیٹھے رہتے۔ بہر حال موقف میں بہت فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ پہلے مرحلہ میں کوفے والوں نے امام کو اپنے یہاں مدعو کیا اور اس طرح کامیابی کی زمین تقریباً پچاس فیصد ہموار ہو گئی۔ دوسرے مرحلہ میں امام حسینؑ سے یزید کی بیعت کا مطالبہ کرتے ہیں اور وہ مدینہ سے کوچ کرنے کیلئے آمادہ ہو جاتے ہیں اور مطالبہ بیعت کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "میں تم لوگوں کی بیعت کے لئے قطعی آمادہ نہیں ہوں" اگر ہم اہل کوفہ کی دعوت کو حسینی تحریک کا بنیادی سبب تسلیم کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوفہ والوں نے انہیں دعوت نامہ ارسال نہ کیا ہوتا تو امام اپنی تحریک کی راہ میں پیش قدم نہ ہوتے اور اس طرح حسینی انقلاب بھی رونما نہ ہوتا۔ دوسری طرف اگر ہم دوسرے سبب یعنی مطالبہ بیعت کو حسینی انقلاب کا بنیادی سبب تسلیم کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ نہ کیا گیا ہوتا تو حکومت وقت سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا بلکہ وہ نہایت پر سکون اور آسودہ زندگی بسر کررہے تھے۔ انہیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ انقلاب برپا کرتے اور سرزمین کربلا پر یہ افسوسناک واقعہ رونما ہوتا۔

دوسری طرف اگر ہم دوسرے سبب یعنی مطالبہ بیعت کو حسینی انقلاب کا بنیادی سبب تسلیم کرلیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر امام حسینؑ سے بیعت کا مطالبہ نہ کیا گیا ہوتا تو حکومت وقت سے ان کا کوئی سروکار نہیں تھا بلکہ وہ نہایت پُر سکون اور آسودہ زندگی بسر کررہے تھے۔

لیکن اپنے تیسرے سبب کی وجہ سے حسینؑ ایک معترض و ناقد اور انقلابی و اجتماعی شخصیت کے روپ میں سامنے آتے ہیں۔ اور دنیا والے انہیں ایک ایسے انقلابی کے روپ میں دیکھتے ہیں جو مثبت انسانی صفات کا حامل و طرفدار اور فاسد و غیر انسانی طاقتوں کے خلاف انقلاب برپا کرنے میں ذرہ برابر ہچکچاہٹ نہیں محسوس کرتا۔ اس تیسرے اور اہم ترین سبب کی موجودگی میں گزشتہ دو اسباب و عوامل کی موجودگی بھی ضروری نہیں رہ جاتی۔ صورتحال کچھ اس طرح معلوم ہوتی ہے جیسے ہر جگہ فاسد حرکتوں اور اخلاقی بدعنوانیوں کا بول بالا دکھائی دیتا ہے "حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال قرار دیا جا چکا ہے' مسلمانوں کا بیت المال نالائق اور فاسد افراد کے ہاتھوں میں جا چکا ہے اور اسے خوشنودی خداوند عالم کی راہ میں خرچ نہیں کیا جارہا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو شخص ایسے حالات کا مشاہدہ کرے "**فلم یغیر علیه بفعل ولا قول**" اور ان حالات کی تبدیلی کے لئے کوئی عمل انجام نہ دے اور اس کے خلاف صدائے اعتراض و احتجاج بلند نہ کرے" "**کان حقا علی الله ان یدخله مدخله**" تو قانون الٰہی کے مطابق یہ بات ثابت ہے کہ خداوند عالم ایسے شخص کو اس جگہ لے جائے گا جو ظالموں ستمگاروں اور دین میں الٹ پھیر کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے یعنی اس کا شمار بھی انہیں ظالموں اور ستمگاروں میں ہوگا۔ امام حسینؑ اپنے جد کے ارشاد عالیہ کی روشنی میں حالات کا تجزیہ کرتے ہیں اور اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایسے حالات میں جو شخص جان بوجھ کر خاموشی اختیار کرتا ہے اور اعتراض و احتجاج نہیں کرتا' اسے بھی موجودہ معاشرے کے گنہگاروں کی جماعت میں بہر حال شامل ہونا ہے۔ اس سلسلے میں پیغمبر اسلامؐ کی یہ حدیث نقل فرماتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس انتظار میں سکوت اختیار کئے رہتا ہے کہ دوسرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور اس طرح لوگ ایک دوسرے کا انتظار ہی کرتے رہ گئے اور کسی نے ظلم و ناانصافی اور فساد و بدعنوانی کے خلاف انقلاب برپا نہ کیا تو سب لوگوں کو عذاب الٰہی کے لئے منتظر اور آمادہ رہنا چاہئے۔ آخر اس عذاب الٰہی کا مطلب کیا ہے؟ کیا ان لوگوں کے اوپر آسمان سے کوئی پتھر آگرے گا؟! جی نہیں' بلکہ قرآن مجید میں عذاب الٰہی کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے:

قل هو القادر علی ان یبعث

علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم بأس بعض۔

یعنی کہہ دو کہ خداوند عالم قادر ہے ’تم لوگ اس کے عذاب سے ڈرو۔ خداوند عالم قدرت رکھتا ہے کہ تم لوگوں کے سروں پر عذاب نازل کردے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے عذاب رونما کردے اوریا تم لوگوں کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کردے اور تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے لگو یعنی ایک دوسرے کی جان کے پیچھے پڑ جاؤ۔

اہل بیت علیہم السلام اپنی روایات میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عذاب بالائے سر سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے سے بڑوں کے ذریعہ عذاب سے دوچار ہوگے اور پیروں کے نیچے سے عذاب کا مطلب ہے کہ تم کو اپنے سے پست اور نچلے طبقے کے لوگوں کے ہاتھوں عذاب کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ پیغمبر اکرمؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کردیں تو انہیں اس بات کے لئے منتظر رہنا چاہئے کہ عذاب خداوندی ان کے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ بھی ایک دوسری معتبر حدیث میں جس کو شیعہ علماء نے اصول کافی جیسی کتاب میں اور غزالی جیسے سنی عالم دین نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے‘ یہ منقول ہے‘

”لتأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر اویسلطن اللہ علیکم شرارکم فیدعوا اخیارکم فلا یستجاب لہم۔“ یعنی تم لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی باقاعدہ پیروی کرنی چاہئے اور یہ دونوں چیزیں تم لوگوں کے درمیان موجود رہنی چاہئیں ورنہ برے لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے۔ اس طرح کہ تمہارے نیک لوگ تمہیں آواز دیں گے لیکن تم انہیں جواب نہ دے سکو گے۔ شیعہ علماء کی حدیثوں میں اکثر اس کا مطلب اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ تمہارے نیک اور صالح لوگ خداوند عالم کی بارگاہ میں نالہ وفریاد کریں گے لیکن خداوند عالم ان لوگوں کی دعاؤں کو مستجاب نہیں کرے گا۔ معلوم ہوا کہ جو قوم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کردیتی ہے وہ خداوند عالم کی رحمتوں سے محروم ہو جاتی ہے لہذا وہ چاہے جتنی دعائیں کریں ان کے گناہوں کی وجہ سے وہ دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔ غزالی نے اس آیہ کریمہ کا نہایت لطیف مفہوم بیان کیا ہے اگرچہ وہ ایک مرد درویش تھے اور سماجی امور ومسائل میں ان کی خاص دلچسپی بھی نہیں رہی پھر بھی وہ **”فیدعوا اخیارکم فلا یستجاب لہم“** کا مفہوم ومطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ خداوند عالم کو پکارتے ہیں لیکن خدا ان کی دعاؤں کو درجۂ قبولیت نہیں دیتا بلکہ اس کا حقیقی مفہوم ومطلب یہ ہے کہ جو معاشرہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کنارہ کشی اختیار کرلیتا ہے اس معاشرہ کے لوگ اتنے ذلیل اور پست اخلاق ہو جاتے ہیں اور ان کا رعب ودبدبہ اور وقار واحترام اس حد تک ختم ہو جاتا ہے کہ وہ چاہے جتنی فریاد کریں ان کی طرف کوئی پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا ہے۔

یعنی پیغمبر اسلامؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم صاحب عزت واحترام رہنا چاہتے ہو اور یہ چاہتے ہو کہ دوسرے لوگ تمہاری عزت وحیثیت کو نگاہ میں رکھیں تو تمہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہرگز ترک نہ کرنا چاہئے کیونکہ ایسی صورت میں دشمن کو بھی تمہارا خیال رہتا ہے لیکن جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تمہارا کوئی سروکار نہ ہوگا تو اس کا سب سے پہلا اثر تمہاری کمزوری کی صورت میں ظاہر ہوگا، اس کے بعد تمہیں ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا ہوگا اور دشمن کو بھی تمہاری کوئی پرواہ نہ ہوگی اور اس وقت تم ایک زرخرید غلام کی مانند چاہے جتنا گڑگڑاتے رہو کوئی تمہاری طرف پلٹ کر نہیں دیکھے گا۔

جی ہاں! اسلام ایسے قطعی اور عظیم اصول کا حامل ہے اور ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلام“۔ اسلام کے اسی بنیادی اصول کی پیروی کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ ”بفرض محال اگر کوفہ والے مجھے مدعو نہ کرتے اور یزیدی حکومت مجھ سے بیعت کا مطالبہ نہ کرتی تو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے بنیادی اصول کے مطابق ہرگز خاموش نہ بیٹھا رہتا۔“

جی ہاں! اسلام ایسے قطعی اور عظیم اصول کا حامل ہے اور ابا عبد اللہ الحسین علیہ السلا اسلام کے اسی بنیادی اصول کی پیروی کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ ”بفرض محال اگر کوفہ والے مجھے مدعو نہ کرتے اور یزیدی حکومت مجھ سے بیعت کا مطالبہ نہ کرتی تو بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جیسے بنیادی اصول کے مطابق ہرگز خاموش نہ بیٹھا رہتا۔“

عظیم الشان عبادی وسیاسی حج کانگریس کے نام

رہبر معظم انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای کا پیغام

"الحمدللہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی البشیر النذیر والسراج المنیر سیدنا ابی القاسم المصطفیٰ محمد وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین وعلی الخیرۃ من اصحابہ المنتجبین۔"

مسلمانوں کی عظیم ترین سالانہ ملاقات کی خوشخبری لئے ہوئے حج بیت اللہ کا زمانہ قریب آگیا ہے لہذا اگر اس موسم میں لقائے الٰہی کے فیض سے شرفیاب ہونے والے لاکھوں مشتاق حج لوگ غیر معمولی جوش وخروش اور بیتابی وبیقراری کے ساتھ اس فریضہ کی ادائگی کے سلسلے میں ہمہ وقت اور ہمہ تن لازمی تیاریوں میں سرگرم رہیں تو یہ ان کا حق ہے اور حج کی خواہش رکھنے والے دنیا کے وہ کروڑوں مسلمان جو امسال اس سعادت سے فیضیاب ہونے والوں کی فہرست میں شامل نہیں ہوسکے ہیں، لمحہ بہ لمحہ حج سے مشرف ہونے والے خوش نصیبوں کو یاد کریں اور ان کے لئے اپنے حق میں دعاؤں کے ذریعہ اپنے دل ودماغ کو خوشحال ومعطر رکھیں اور دنیا کے تمام صاحب دل مسلمان حج کے ان ایام میں کسی نہ کسی اعتبار سے حج اس کے شعائر اور اس کے جلال وجمال کی نشانیوں کے ساتھ بسر کریں تو بہتر ہے۔

حج بیت اللہ کے مراسم درحقیقت ہر سال رونما ہونے والے عظیم امور ہیں۔ پس یہ بات کس قدر مناسب ہوگی کہ معلومات وآگہی کے ان ایام میں دنیائے اسلام کے تمام مسلمان اس الٰہی واقعہ کو اپنی فکر وتوجہ اور احساس وخیال کا اصلی مرکز بنالیں اور ہر شخص اپنے روحانی، فکری اور سیاسی مقام ومرتبہ پر قائم رہتے ہوئے کسی نہ کسی اعتبار سے اس کے بارے میں غور وفکر کرے اور اس کے ساتھ بسر کرے۔ ظاہر سی بات ہے کہ حج کے فیض سے بہرہ مند ہونے والے تمام حضرات تو بذات خود فریضہ وامید کے اس مرکز میں موجود ہیں اور ان کا پورا وجود، جسم وجان اور ان کی فکر وجستجو سب کچھ حج اور اس کے آثار وبرکات سے وابستہ ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس فریضہ الٰہی سے زیادہ سے زیادہ معنوی وروحانی اور انفرادی واجتماعی فائدہ حاصل کریں اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔

اگرچہ حج کی برکتیں انسانی حیات کے تمام پہلوؤں پر محیط ہیں اور یہ لامتناہی باران رحمت، انسان کے قلب ودماغ کی خلوتوں سے لے کر سیاسی واجتماعی میدانوں تک، مسلمانوں کے قومی اقتدار اور مسلمان ملتوں کے درمیان تعاون وہمدردی کے جذبے کو زندہ وبار آور اور زندگی کی

رعنائیوں سے سرشار کردیتی ہیں لیکن یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان سب کی کلید "معرفت" ہے اور حج کا سب سے پہلا تحفہ ہر اس شخص کے لئے جو اپنی آنکھوں سے حقائق کا مشاہدہ کرنے اور موجودات کی شناخت کی خداداد صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے پر مائل و تیار ہو' یہی ہر شخص سے مخصوص اس کی اپنی شناخت و معرفت ہے' جو عام طور پر حج کے علاوہ مسلمانوں کے عظیم گروہ کو کہیں اور نصیب نہیں ہوتی اور کوئی دوسرا مذہبی اجتماع شناخت و معرفت کا وہ مجموعہ جو حج کے مراسم میں قابل حصول ہے' ملت اسلامیہ کو یکجا شکل میں فراہم نہیں کرسکتا۔

یہ معرفت درحقیقت شناختوں کا ایک مجموعہ ہے' جس میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں۔ ایک فرد کی حیثیت سے خود اپنی شناخت' امت اسلامیہ کے عظیم مجموعہ کے ایک جز کی حیثیت سے اپنی شناخت' اس امت واحدہ کے ایک نمونہ و مظہر کی حیثیت سے اپنی شناخت' خداوند عالم کی عظمت و رحمت کی شناخت اور شناخت دشمن۔

ایک فرد کی حیثیت سے اپنی شناخت کا مطلب ہے اپنے وجود کے بارے میں غور و فکر اور اپنی کمزوریوں اور قوتوں سے مکمل واقفیت و آگاہی۔

جس جگہ مادی علامتیں' مال و منصب' نسلی شناخت اور لباس و زیور کی پہچانیں اپنا رنگ کھو دیتی ہیں اور آدمی ان امتیازی ہوا و ہوس سے جدا ہو کر دوسرے لاکھوں انسانوں کے ساتھ طواف' سعی' نماز اور افاضہ و وقوف کے لئے جاتا ہے امیر و غریب' حاکم و رعایا' پڑھے لکھے اور ان پڑھ' کالے اور گورے سب کے سب ایک لباس میں ایک ہی جگہ خدا کی جانب رخ کئے نظر آتے ہیں' سب اپنے دست نیاز اس کی طرف بلند کئے ہوئے ہیں اور خود کو اس کے جمال و عظمت اور قدرت و رحمت کے سامنے کھڑا پاتے ہیں' ایسے میں کوئی بھی انسان خدا کے مقابل اپنی کمزوری اور تہی دستی کے بارے میں غور و فکر کرسکتا ہے اور اس سے وابستگی میں اپنی عزت اور اقتدار و سربلندی کو بخوبی محسوس کرسکتا ہے' اپنے ضعیف و ناتواں وجود سے متعلق غرور آفریں باطل خیالات دور پھینک کر خود غرضی اور تکبر کے شیشے کو جو اس کی پست ترین عادات و رفتار کا آئینہ ہے' زمین پر پٹک کر چکنا چور کردیتا ہے اور دوسری طرف عظمتوں کی کان سے وابستگی کی شیرینی اور اس سے الحاق کی لطافت کے ساتھ اپنے اندر موجود نفسیاتی بتوں کے توڑنے اور ان سے علیحدگی اختیار کرنے کا مزہ چکھ سکتا ہے۔

یہ بنیادی شناخت' جو تمام عبادتوں کا جوہر اور اولیائے خدا کی تمام مناجاتوں اور راز و نیاز کا اصل موضوع ہے' انسان کے اندر پاکیزگی اور صفا پیدا کردیتی ہے اور اس کو دوسری معرفت و شناخت کے لئے آمادہ کرکے کمال کی راہ طے کرنے کی قوت و توانائی عطا کردیتی ہے۔

ہم زندگی میں دنیوی مشکلات' مادی امور میں الجھی ہوئی حد سے سوا سرگرمیاں' اور انسانوں کے روزمرہ کی زندگی میں تمام نہ ہونے والی جنگ و جدل اور مقابلہ آرائیاں' دل کو غافل و مشغول کردیتی ہیں اور انسان اس روشن و درخشاں معرفت سے دور ہو کر باطل خیالوں اور توہمات کے جالوں میں پھنس جاتا ہے اس کا دل ناہمواری و تیرگی میں گرفتار رہتا ہے اور حج ان تمام پریشانیوں سے نجات کا ایک حتمی و قطعی علاج ہے۔

ملت اسلامیہ کے عظیم مجموعے میں شامل ایک جزء کی حیثیت سے اپنی شناخت کا مطلب ہے کہ تمام حاجیوں کو ان تمام ملتوں اور تمام سرزمینوں کے نمائندوں کی حیثیت سے دیکھنا ہے جنہوں نے اپنے لوگوں کو خانہ خدا کے طواف کے لئے بھیجا ہے' تمام حجاج کو اس جم غفیر کے آئینہ میں ایک مجموعے کی حیثیت سے دیکھنا ایک عظیم امت اسلامی کا زاویہ نگاہ عطا کرتا ہے جو اس وقت دسیوں قوموں اور اربوں انسانوں سے تشکیل پذیر ہوا ہے اور سماجی حیات و آسائش کے اہم ترین مادی و معنوی وسائل و امکانات سے بہرہ مند ہے اور تمام بشریت اور صنعتی تہذیبیں تمام مادی و معنوی کے ساتھ ان کی' ان کے عظیم منابع کی' ان کے یہاں موجود بازاروں کی اور ان کی علمی و ثقافتی سرمایوں کی محتاج ہیں اور ان سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔

اس عظیم واقعیت و حقیقت کے ایک جزء کی حیثیت سے اپنی شناخت اور پہچان' حاجیوں کو حقیقی عشق و محبت سے سرشار عزیزداری و برادری کے قریبی رشتوں میں منسلک کردیتی ہے اور افتراق و جدائی کے پرفریب تصور کو' جسے برسہا برس سے کل کے استعماری اور آج کے استکباری ہاتھوں نے نسل و زبان و مذاہب اور قوم پرستی کے نام پر پھیلا رکھا ہے' ختم کردیتی ہے۔

طبقاتی دنیا کے سربراہوں یعنی ان تمام سیاست دانوں کو' جن کی کوشش رہی ہے کہ دنیا کو دو قوی و کمزور یا مستکبر و مستضعف بلاکوں میں

منقسم باقی رکھیں اور طاقت و مرکز کو کمزور و محروم قوموں کو نقصان پہونچاتے ہوئے، اپنے درمیان تقسیم کرلیں، دو صدیوں سے لے کر اب تک، ملت مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی سے غیر معمولی خوف لاحق رہا ہے اور انہوں نے اس راہ میں بڑی رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔

یہی ہیں وہ لوگ ہیں جنہوں نے حالیہ دہائی کے دوران بالکان کے مسلمانوں کے قتل عام یا یورپ کی مسلمان اقلیتوں کی نسبت تفریق و ناانصافی، یا ان کی طرف سے مکمل لاپرواہی کے ذریعے پورے یورپ کو عیسائی بنانے کا اپنا عزم آشکار کردیا ہے اور دنیائے اسلام کے اتحاد کو توہین آمیز الفاظ سے یاد کیا اور عمل و تبلیغ کے سہارے اس اسلامی اتحاد کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی ہیں۔

ایک شخص کے اندر اس احساس کی تقویت کہ وہ ایک عظیم امت کے پیکر کا ایک حصہ ہے اور احساس کی صحیح رہنمائی ان تمام تفرقہ انگیز خیالوں پر غلبہ حاصل کرلیتی ہے اور وہ ملت اسلامیہ کے گوناگوں شعبوں میں اس قومی مذہبی تشخص اور پہچان کو محفوظ رکھنے کے ضمن میں ہی اتحاد و یک دلی کے جو فوائد ہیں ان سے پورے مجموعے کو بہرہ مند کرسکتا ہے اور وہ عزت و وقار اور خیر کثیر جو ملت اسلامیہ کی یکجہتی میں پوشیدہ ہے اس کے تمام اعضاء و اجزاء کے شامل حال ہو جاتا ہے۔

حج میں طواف و سعی، جماعت کی نمازیں اور تمام اجتماعی حرکات و سکنات حج ادا کرنے والے کو یہی سبق دیتی ہیں اور اس کو اس کے وجود کی گہرائیوں میں اتار دیتی ہیں۔

ایک امت واحدہ کے عملی مظہر و جلوے کی شناخت کا مطلب ایک عظیم آرزو یعنی اسلامی وحدت کو بروئے کار لانے کے سلسلے میں

پورے عالم اسلام سے آئے ہوئے عزیز بھائیو اور بہنو اور عزیز ایرانی حاجیو!

خدا سے مدد طلب کر کے اسی وسعت کے ساتھ جو بیان ہوئی ہے،

حج کے عظیم ترین ثمرات یعنی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کیجئے اور مذکورہ

میدانوں میں تازہ شناخت و معرفت کے ساتھ اپنے ملک واپس جائیے

اور مستقبل کے لئے اسے اپنی جد و جہد کی بنیاد بنائیے۔

ایک عملی قدم اور پھر عالمی سیاست کے میدان میں ایک متحدہ اسلامی اقتدار کی جلوہ نمائی ہے۔

دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے مختلف زبانوں اور مختلف رنگ و نسل کے حاجیوں کے عظیم اجتماع کا نظارہ، مسلمانوں کے نقطۂ نگاہ میں وسعت پیدا کرتا ہے اور کسی قوم و ملت اور ذات کی حد بندیوں سے باہر نکال لاتا ہے اور اس کے برادرانہ اسلامی کردار کا فریضہ ان کے ساتھ میل جول اور ہم دلی و ہم زبانی پر مجبور کردیتا ہے، مختلف قوموں سے مخصوص خبریں پوری اسلامی دنیا تک پہنچاتا اور ہمیشہ سے جاری خصوصاً عصر حاضر میں حد سے سوا دشمنوں کی تشہیراتی سازشوں کو جن کا مقصد ہی حقیقتوں کو بدل کر جھوٹ اور افواہ کا بازار گرم کرنا ہے، اپنی جگہ دفن کردیتا ہے اور اس طرح مقام و علاقہ نیز زبان اور خیالات کے فاصلے مٹ جاتے ہیں۔

ایک ملت کی کامیابیوں کے ذکر کے ذریعے دوسری قوموں کے دل میں امید کے چراغ روشن ہو جاتے ہیں اور ایک ملک کے تجربات کا

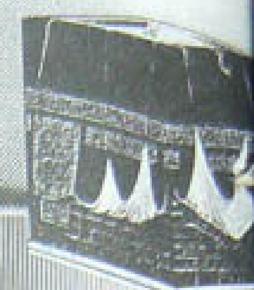

بیان دوسرے ملکوں کو تجربے عطا کرتا ہے۔ افراد اور قوموں کے ذہن سے تنہائی اور اکیلے پن کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور دشمن کا رعب و دبدبہ ان کی نگاہ سے دور ہو جاتا ہے ایک ملک کی بڑی بڑی مصیبتوں کو دوسروں کے سامنے بیان کرتا ہے اور ان کو ان کے علاج کی فکر پر ابھارتا اور آمادہ کرتا ہے۔

حج کے موسم میں حاجیوں کا ایک نقطے پر اکٹھا ہونا خصوصا عرفات اور مشعر الحرام میں وقوف منیٰ میں بیتوتہ' سب کچھ اس کارآمد و کارساز شناخت کی زمین ہموار کرتا ہے۔

ظلمت و کفر اور بغاوت و طغیان کے تمام محاذوں کے اتحاد کے مقابل جب اسلامی انقلاب کو کامیابی حاصل ہوئی' اسلامی جمہوریہ ایران کی تشکیل کے پہلے دن سے ہی اس نے ایران اور اس کی انقلابی قوم کے خلاف بغض و عناد' رکاوٹوں' جارحانہ حملوں اور طرح طرح کی سازشوں کا جال بچھادیا۔

حج میں خداوند عالم کی عظمت و رحمت کی شناخت کا مطلب ہے اس گھر کی بنیاد و استحکام پر غور و فکر کرنا' جو خانہ خدا ہونے کے ساتھ ہی ساتھ عوام الناس کا گھر بھی ہے۔ "ان اول بیت وُضع للناس للذی ببکۃ مبارکاً وھدیً للعالمین" (آل عمران آیت ۹۶)

(بے شک وہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ مکہ میں ہے مبارک ہے اور عالمین کے لئے سراسر ہدایت ہے۔)

یہ وہ مقام بھی ہے جس کی طرف ضرورت مند انسان اپنا رخ کئے رہتے ہیں اور وہ نقطہ بھی ہے جہاں آئین الٰہی کی عظمت جلوہ گر ہوتی ہے۔

کعبہ' عظمت اور سادگی و پاکیزگی کا ایک اہم سنگم' سب سے پہلی صدائے توحید کی یادگار' وحدت کلمہ پر عمل در آمد کا مقام' صدر اسلام کے مومنین کے نقش قدم بھی اجاگر کرتا ہے اور ان کی مظلومانہ ہجرت کی داستان بھی دہراتا ہے کہ انہوں نے کس انداز سے اکیلے جہاد و مقابلہ کیا اور پورے اقتدار کے ساتھ فاتحانہ انداز میں واپس آئے اور اس کو عرب جاہلیت کی نشانیوں سے پاک و صاف کیا۔ اور یہ جگہ عبادت کرنے والوں کے وجود سے معمور' عابدوں کے سجدوں کی منزل اور حمد و ثنا کرنے والوں کے دست دعا سے معمور بھی ہے یہی جگہ ابتدا میں خورشید اسلام کے طلوع کا مشرق اور یہی جگہ بالآخر مہدی موعود (ع) کے ظہور کا مطلع بھی ہے' یہی شکستہ دلوں کی پناہ گاہ اور یہی مصیبت زدہ لوگوں کی امید کا مرکز بھی ہے۔

فریضہ حج کا حکم اور اس کے اعمال و مناسک کی ترتیب عظمت کی نشانی بھی ہے اور رحمت کی علامت بھی' اسی شناخت و معرفت کے اثر سے مسجد الحرام میں کعبہ شریف کو دیکھنے کے بعد دل منقلب ہو جاتے ہیں اور راہ سے بھٹکے ہوئے لوگ صراط مستقیم سے وابستہ ہو جاتے ہیں اور انسانوں کے اندر ایک انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔

دشمن کی پہچان اور شناخت تمام دوسری شناختوں کو پایہ تکمیل تک پہونچاتی ہے' اس کے بغیر مسلمانوں کے دل و دماغ کسی فصیل سے محروم ایسا خزانہ ہیں جو ڈاکوؤں' خائنوں اور لٹیروں سے محفوظ نہیں ہے' خود حج کے اعمال میں "رمی جمرات" یعنی شیطانوں کو کنکریاں مارنا' دشمن کو پہچاننے اور دشمن کو ختم کرنے کی جلوہ نمائی ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حج کے دوران برائت و بیزاری کی اذان بلند کی ہے اور برائت کی آیات حج کے مراسم میں امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دہن مبارک سے تلاوت کی ہیں اگر دنیائے اسلام اور ملت اسلامیہ اپنے جری دشمنوں کے وجود سے نجات حاصل کرے اور اس طرح کی صورت حال ممکن ہو سکے تو برائت کا فلسفہ بھی ختم ہو جائے گا لیکن دشمنوں کی موجودگی اور ان کی موجودہ محاذ آرائیوں کے باوجود دشمن کی طرف سے غفلت اور رسم برائت سے اجتناب ایک بڑی اور نقصان دہ خطا و غلطی ہے۔

اگر پہلے بیان کی گئی معرفت و شناخت حاصل ہو جائے تو عالم اسلام کے دشمنوں کی بھی شناخت ہو جائے گی کوئی بھی کام یا شخص یا حکومت یا نظام جو مسلمانوں کو ان کے اسلامی تشخص سے بیگانہ کردے یا ان میں اختلافات و تفرقہ کا باعث ہو یا اور اسلامی عظمت و آبرو حاصل کرنے سے انہیں لاپرواہ یا مایوس کرے وہ ان سے دشمنی کر رہا ہے اور اگر وہ بذات خود دشمن نہ ہو گا تو دشمن کا پٹھو ضرور ہے۔

قرآن میں شیطان کو انبیاء کے مقابلے میں فساد پھیلانے اور انحطاط پیدا کرنے والی طاقتوں کی حیثیت سے یاد کیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

"وکذالک جعلنا لکل نبیٍ عدوًا شیاطین الانس والجن" (سورہ انعام آیت ۱۱۲)

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے جنات اور انسان کے شیاطین کو ان کا دشمن قرار دیا ہے۔"

پورے قرآن میں شیطان اور اس کے مظاہر کا بار بار ذکر ہوا ہے' وحی کے نزول کے پورے عرصے میں اس کا نام لیا گیا ہے' یہ اس وجہ سے ہے کہ مسلمانوں کو دشمن اور اس کی علامتوں سے ہرگز غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

آج شیطان یعنی سامراج کے سیاسی محاذ کی سب سے زیادہ کوشش اس بات پر مرکوز ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے مستقبل سے ناامید کر دے اور انہیں اپنی عظیم ثقافت اور علمی میراث سے بے اعتنا کر دے۔ ہر وہ شے جو مسلمانوں کو امید دلاتی ہے اور انہیں اپنے مستقبل کو اسلامی بنیاد پر استوار کرنے کی سوچ عطا کرتی ہے' عالمی استکبار اسے بہت زیادہ نفرت اور غیظ و غضب کی نظر سے دیکھتا ہے۔

شیطان بزرگ اس لئے ایران سے دشمنی رکھتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ کا وجود اور اس وسیع و عریض ملک کا نظام' اپنی عظیم آبادی اور لامتناہی مادی و معنوی ثروت و دولت کے ساتھ مسلمانوں کو اسلامی عزت و عظمت کا مژدہ دیتا ہے اور ان کے دلوں میں امید کی شمع روشن کرتا ہے۔

ایران میں اسلامی جمہوریہ کی تشکیل کے بعد انیس سال کے عرصے میں پوری دنیا کے لوگوں نے مسلمان ملتوں کی روش میں امید کا مشاہدہ کیا ہے اور کر رہے ہیں' جتنا وقت کا پہیہ آگے بڑھا ہے اس بڑھتی ہوئی عظیم لہر کے مقابلے میں سامراجی دنیا کی تدبیروں نے زیادہ شکست کھائی ہے اور اس امید میں اضافہ ہوا ہے۔

فلسطینیوں کی بیداری' غاصب صیہونیوں کے مقابلے میں اسلامی نعروں کے ساتھ ان کی آزادی و حریت پسندانہ جدوجہد کا آغاز' یورپ میں مسلمان ملتوں کی بیداری' یورپیوں کے ہاتھوں یا ان کی خاموش رضامندی سے بوسنیائی مسلمانوں کو پیش آنے والے خونیں اور المناک حوادث کے باوجود مسلمان ملک بوسنیا کی تشکیل' مغربی جمہوریت کی معمول کی راہوں سے ترکی اور الجزائر میں اسلام کی حاکمیت پر یقین رکھنے والوں کا برسر اقتدار آنا' دونوں ملکوں میں اسلام کے اقتدار کے عالمی دشمنوں کی دشمنی' ناجائز اور غیر قانونی طاقتوں کی مداخلت اور بغاوت کی وجہ سے ان کی کامیابی ادھوری رہ گئی' سوڈان میں اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر حکومت کی تشکیل جو بیرونی رکاوٹوں کے باوجود بحمد اللہ اسلامی اقتدار کے راستہ پر بدستور آگے بڑھ رہی ہے اور بہت سے مسلمان ملکوں میں اسلامی نعروں کا احیاء جو کئی برسوں سے ان ملکوں میں فراموش کئے جا چکے ہیں' ان کے علاوہ اور بہت سی مثالیں' یہ سب کے سب پورے اسلام کے روز افزوں گہرے اثرات کی نشانیاں اور علامتیں ہیں۔

اسلامی ایران کے ساتھ سامراج کی دشمنی اسی نسبت سے روز بروز زیادہ سخت اور زیادہ بغض و کینہ سے معمور ہو گئی ہے' فوجی اقتصادی' سیاسی اور تشہیراتی سازشوں کی پے در پے شکستوں کے بعد سامراج نے ایک نیا محاذ کھول دیا جو ابھی تک اسلامی ایران کے خلاف سرگرم عمل ہے۔ یہ محاذ تشہیراتی اور پروپگنڈا جنگ کا محاذ ہے اور اس کا مقصد ایران کی قوم اور حکومت پر الزامات لگانا اور اس کے نتیجے میں مسلمان ملتوں کے دل میں روشن امید چراغ کو گل کرنا ہے' اس پروپگنڈا جنگ میں اس طرح ظاہر کیا جاتا ہے کہ ملت ایران عظیم انقلابی تحریک اور اس کے نعروں سے نیز اسلام اور قرآن کی حاکمیت سے شرمندہ و پشیمان ہو گئی ہے' ملکی حکام نے اسلام اور انقلاب سے روگردانی کر لی ہے' ثبوت اور نمونے کے طور پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حکومت ایران امریکی حکومت کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے' ملکی حکام کی طرف سے اس دعوے کی بار بار تردید اور اسلامی انقلاب اور امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کے راستے سے عشق اور اس کے پابند رہنے پر ان کی ہمیشہ کی تاکید اس بات میں مانع اور رکاوٹ نہیں بنی ہے کہ سامراج' خصوصاً امریکہ کی متکبر حکومت کی پروپگنڈہ مشینری حتیٰ ان کے سیاسی حکام اپنے دعووں کی مختلف زبانوں اور طریقوں سے تکرار نہ کریں اور ان کی اپنے تبصروں' خبروں اور عالمی رپورٹوں میں خاص طور پر عالم اسلام کی سطح پر پہلے سے زیادہ تکرار نہ کریں۔

حج میں دشمن کی شناخت کا مطلب ان طریقوں اور ان کے محرکات اور عوامل کی شناخت ہے اور حج میں برائت اور نفرت کا مطلب دشمن کی سازش کا انکشاف اور اس سے بیزاری کا اعلان ہے۔

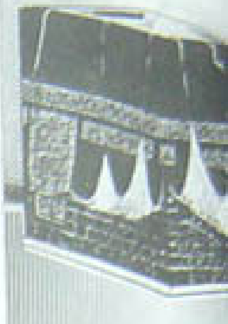

ایران کی ملت اور حکومت نے اپنے عظیم انقلاب کے ذریعے' جس میں امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان قیادت میں اور ان کے راستے کو جاری رکھ کر اسلام اور ایران کی عظمت کا پرچم لہرا لیا اپنی قومی خود مختاری اور عزت نیز اپنی نئی تاریخی زندگی کو دوبارہ پا لیا ہے' اسلامی انقلاب کی برکت سے ملت ایران نے بر حق ہوئی بد عنوانی' علمی و اخلاقی انحطاط' سیاسی جبر اور امریکہ کے ساتھ وابستگی سے نجات حاصل کی اور زندگی اور تعمیر نو کے مسرت و سرور کو دوبارہ پا لیا۔ ظالم و جابر بدکار فاسق' نا اہل اور پٹھو حکمرانوں کی حاکمیت اور اقتدار سے اس کی جان چھوٹی اور اسے عوامی حکومت مخلص' مومن' امین اور ماہر حکام نصیب ہوئے' اس نے ملک کے مقدر' قومی ذخائر اور اپنی خدا داد مال و دولت کو جسے اغیار لوٹ رہے تھے' اپنے ہاتھوں میں لے لیا' ماہر اور تعمیری طاقت کو جو خائن اور وابستہ بادشاہوں کی کمزوری و بد عنوانی کی وجہ سے برسوں سے بے حالی اور جمود کا شکار ہو چکی تھی' اپنے اندر زندہ کیا اور تمام علمی و عملی میدانوں میں پسماندگی کی دو صدیوں کا نقصان پورا کرنے کے لئے بڑے قدم اٹھائے اور مستقبل کے لئے بھی بلند ہمت' عزم راسخ' اور روشن فکر' کو انیس سال کے تجربے کے ساتھ مشعل راہ بنایا ہے۔ ایران اور ایرانی عوام کی زندگی' اسلام' اسلامی انقلاب اور اس کے عظیم الشان قائد امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی مرہون منت ہے' ہماری قوم اور حکومت اس حقیقت کو نہیں بھلا سکتی اور نہ ہی اس روشن اور سیدھے راستے کو ہاتھ سے کھو سکتی ہے۔

شیطان بزرگ اس لئے ایران سے دشمنی رکھتا ہے کہ اسلامی جمہوریہ کا وجود اور اس وسیع و عریض ملک کا نظام' اپنی عظیم آبادی اور لامتناہی مادی و معنوی ثروت و دولت کے ساتھ مسلمانوں کو اسلامی' عزت و عظمت کا مژدہ دیتا ہے اور ان کے دلوں میں امید کی شمع روشن کرتا ہے۔

نصف صدی پہلے جب سے امریکی حکومت نے ایران کے سیاسی میدان میں قدم رکھا ہے ابتدائی برسوں سے ہی اس نے ایران اور ایرانی قوم کے خلاف غداری اور ظلم و ستم کا بازار گرم رکھا' اس نے تباہ کن' عوام دشمن پہلوی حکومت کی حمایت کی' وابستہ کمزور اور پٹھو حکومتیں برسر اقتدار لایا' ہماری قوم پر اپنی خواہشات مسلط کیں' اور قومی ذخائر کو ہڑپ لیا' تیل کے بدلے ہتھیار کے نقصان دہ معاملات کے ذریعے اس قوم کی کثیر دولت لوٹ لی' ایران کی مسلح افواج کی قیادت اپنے ہاتھ میں لی' شاہ کی امن دشمن سیکورٹی مشینری اور اس کے جلادوں کی تربیت کی' امریکی حکومت ایرانی عوام اور بہت سے دیگر مسلم اقوام بالخصوص عربوں کے درمیان اختلافات کا باعث بنی' ایران میں برائی اور فحاشی کو رواج دیا' اسلامی تحریک کو کچلنے کے لئے مختلف مراحل پر شاہی حکومت کی مدد کے علاوہ اسے ہدایات دیں۔

ظلمت و کفر اور بغاوت و طغیان کے تمام محاذوں کے اتحاد کے مقابل جب اسلامی انقلاب کو کامیابی حاصل ہوئی' اسلامی جمہوریہ ایران کی تشکیل کے پہلے دن سے ہی اس نے ایران اور اس کی انقلابی قوم کے خلاف بغض و عناد' رکاوٹوں' جارحانہ حملوں اور طرح طرح کی سازشوں کا جال بچھا دیا۔ آٹھ سالہ جنگ کے دوران عراقی حکومت کی بھرپور مدد سے لے کر ایران کے مکمل اقتصادی بائیکاٹ تک غدار اور مغرور عناصر کی مدد سے لے کر اپنے تمام ذرائع ابلاغ کے مسلسل پروپگنڈوں تک علاقائی تنازعات کے شعلوں کو ہوا دینے سے ایران اور اس کے ہمسایہ ممالک کے

درمیان اختلافات پیدا کرنے کی بھرپور کوشش تک 'سی آئی اے' کے زرخرید ایجنٹوں کے ذریعے حکومت کی سرنگونی اور دہشت گردی کی سرگرمیوں سے لے کر ایران اور دنیا کے مختلف ممالک کے درمیان ہونے والے اقتصادی معاہدوں کو روکنے کی سنجیدہ کوششوں تک اور ایسے ہی دسیوں شر انگیز اقدامات اور دھمکیاں' تمام ممکنہ میدانو میں قابل ذکر ہیں' تاہم یہ ایران اور ایرانیوں کے خلاف امریکی حکومت کی طویل معاندانہ سرگرمیوں کی مختصر فہرست ہے' اور یقیناً سب ہی' ان سب سے واقف ہیں اور خاص طور پر خود امریکی حکام دوسروں سے زیادہ اس تلخ حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ان میں سے اکثر معاملات میں امریکی حکومت شکست اور ناکامی کا منہ دیکھنے کے علاوہ بالکل اکیلی اور تنہا رہ گئی ہے' جب کہ ایرانی قوم اللہ تعالیٰ کی مدد اور اسلام و انقلاب کے ذریعے حاصل ہونے والی عظمت اور شان و شوکت کی برکت سے اکثر مواقع پر اپنے دشمن کو شکست اور ناکامی کا تلخ مزہ چکھانے میں کامیاب رہی ہے۔

ان روشن حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ایران کی قوم اور حکومت ایسے دشمن کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے جس کے دل میں اب بھی تلخ تجربوں اور پے در پے شکستوں کا انتقامی جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور وہ ایران اور ایرانی عوام پر وار کرنے کے مواقع ڈھونڈ رہا ہے بھلا وہ کس طرح ایک دشمن کی زہریلی مسکراہٹ کے فریب میں آ جائے گی جس کے ہاتھ میں آج بھی زہر آلود خنجر موجود ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ دوسرے ملکوں سے اپنے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتا ہے' اور خارجہ پالیسی میں تین اصولوں عزت' حکمت اور مصلحت پر مبنی متقابل تعلقات کو پسند کرتا ہے اور نبھاتا ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران نے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچا دی ہے کہ اپنے ملک کے معنوی اور مادی مفادات اور ایران کی عظیم قوم کی مصلحت و عزت کا پاس و لحاظ اور عالمی سیاسی میدان میں امن و امان اور سلامتی کا تحفظ اس کا بنیادی امتیاز اور رہنما ہے۔ اپنے ہمسایہ ملکوں اور دوسرے عالمی ملکوں منجملہ یورپی ممالک سے ہمارے تعلقات ہماری راہ و روش واضح اور منہ بولتی دلیل ہے اور اسلامی ممالک سے برادرانہ مذاکرات کرنے کی ہماری ہمیشہ کی کوششیں دنیا بھر کے عوام کے سامنے ہیں' بحمد اللہ آج کل ہم کئی اسلامی ملکوں سے مذاکرات کے خوشگوار نتائج دیکھ رہے ہیں لیکن ان سب چیزوں کے باوجود ہم دشمن کی شناخت اور اس کے مقابلے میں سختی اور فراست کو ہمیشہ کے لئے دستور العمل بنا کر شیطانوں کی مکاریوں کے فریب میں نہیں آئے ہیں اور اس کے بعد بھی انشاءاللہ دھوکہ نہیں کھائیں گے۔

صیہونی دشمن جس نے فلسطین کی اسلامی سرزمین میں اپنی غاصب و قابض حکومت بنا رکھی ہے' اسے ایران کبھی بھی سرکاری طور سے قبول نہیں کرے گا اور اس غاصب حکومت کے خاتمے اور خود فلسطین کے عوام کی حکومت کی تشکیل کے اپنے عقیدے کو ہرگز نہیں' چھپائے گا۔ اسی طرح امریکہ کو جو شیطان بزرگ اور عالمی استکبار کے فتنوں کا سرغنہ ہے' جب تک وہ اپنی موجودہ روش پر باقی ہے اسے اپنا دشمن سمجھتا رہے گا اور اس کی طرف کبھی دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھائے گا۔

پورے عالم اسلام سے آئے ہوئے عزیز بھائیو اور بہنو اور عزیز ایرانی حاجیو! خدا سے مدد طلب کر کے اسی وسعت کے ساتھ جو بیان ہوئی ہے حج کے عظیم ترین ثمرات یعنی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کیجئے اور مذکورہ میدانوں میں تازہ شناخت و معرفت کے ساتھ اپنے ملک واپس جایئے اور مستقبل کے لئے اسے اپنی جدوجہد کی بنیاد بنایئے اس موسم میں خاص طور پر کوزوو کے مسلمانوں کی مظلومیت کو' جو بلقان علاقے کے خونیں واقعات سے مربوط ہے اور بوسنیا ہرزگوینا جیسا ہی ایک اور تجربہ ہے' ایک دوسرے سے بیان کیجئے اور ان مظلوم عوام کی نجات اور کامیابی کے لئے دعا کیجئے اور ان کی مدد کرنے کا اقدام کیجئے' اسی طرح دنیا کے دوسرے علاقوں میں مظلوم مسلمان عوام کی مدد کرنے کا طریقہ ڈھونڈھئے اور ان کے لئے دعا کیجئے اور مسلمانوں کے امور کی اصلاح کے لئے خدا کی قدرت و رحمت مطلقہ کی التجا کیجئے۔

امید ہے کہ آپ ب مقبول حج اور معنوی اور سیاسی ثمرات سے اپنی جھولی بھر کر اپنے گھروں کی طرف لوٹیں گے۔

والسلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ
علی الحسینی الخامنہ ای

اسلامی کانفرنس........امریکی مفادات کو جھٹکا

محمد احمد کاظمی

تہران میں ہوئی اسلامی ممالک کی چوٹی کانفرنس نے عالمی افق پر ایک ارب مسلمانوں پر موقوف ۵۵ مسلم ممالک کے سربراہان مملکت، بادشاہوں اور اعلیٰ سطحی وفود کی موجودگی اور ان کے درمیان اہم معاملات پر اتفاق رائے ہونے سے امریکی سازشی سیاست کو گہرا جھٹکا لگا ہے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم (او۔ آئی۔ سی) ۱۹۶۹ء میں قائم کی گئی تھی۔

اسلامی چوٹی کانفرنس میں ایران کے مذہبی رہنما آیت اللہ سید علی خامنہ ای نے دیگر مسلم ممالک کو اہم پیغام یہ دیا ہے کہ ایران سے کسی بھی مسلم ملک کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے، یہ تو امریکہ اور اسرائیل کی سازش ہے جس کے تحت دنیا کے ذرائع ابلاغ کی جانب سے ایران کو دیگر مسلم ممالک کے لئے خطرہ بتایا جاتا ہے۔ ایران کے اس پیغام کا اثر سعودی عرب کے شہزادہ عبداللہ بن عبدالعزیز، ترکی کے صدر سلیمان ڈیمریل، شام کے صدر حافظ اسد، اردن کے شہزادہ حسن، پی۔ ایل۔ او۔ کے لیڈر یاسر عرفات، عرب لیگ کے سکریٹری جنرل عصمت میگد اور عراق کے نائب صدر طہٰ یاسین رمضان کی کانفرنس میں موجودگی کی شکل میں دیکھا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ عراق اور ایران کے درمیان اسلامی انقلاب کے بعد دنیا کی سب سے لمبی لڑی جانے والی آٹھ سالہ جنگ ہو چکی ہے۔

مصر جس کے ساتھ ایران کے سفارتی تعلقات بھی نہیں ہیں اس کے وزیر خارجہ امر موسیٰ نے بھی اسلامی ممالک کی چوٹی کانفرنس میں حصہ لے کر بین اقوامی سیاسی مبصرین کو حیران کر دیا۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ ایران میں ۱۹۷۹ء میں ہوئے اسلامی انقلاب کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب مسلم ممالک کانفرنس میں سبھی ممبر ممالک نے بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ اس تنظیم کے ۱۹۶۹ء میں قیام کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اس کانفرنس میں کسی ملک نے بائیکاٹ نہ کیا ہو اور سبھی نے حصہ لیا ہو۔

تہران چوٹی کانفرنس اس لئے بھی اہم رہی کیونکہ یہاں ایسی قرارداد پاس کی گئیں جس سے اسلامی تنظیم کے ممبر ممالک دنیا کے بدلتے سیاسی و اقتصادی حالات کے مطابق اپنے تشخص کو بچاتے ہوئے اپنی حکمت عملی طے کر سکیں۔ 'اسلامی ساجھا بازار کے قیام' اسلامی ممالک کے مابین گروپ کا قیام 'اسلامی ممالک کے مابین دفاعی تعاون میں فروغ کے لئے ماہرین گروپ کا قیام' 'مغربی تہذیب کے منفی اثرات سے بچتے ہوئے اسلامی بنیادوں' اصولوں و تہذیب کی نشر و اشاعت کرنا' باہمی ترقی کے لئے آپسی تعاون کو فروغ وغیرہ چوٹی کانفرنس کی تجاویز میں شامل تھا۔ اس کے علاوہ فلسطین' لبنان' عراق' بوسنیا' کشمیر' افغانستان' اور کاکیشش جیسے مسائل کے حل کے لئے بھی اسلامی چوٹی کانفرنس میں تجاویز پاس کی گئیں۔

کانفرنس میں کشمیر کے عوام کے ساتھ پورا تعاون دینے کی بات دہرائی گئی اور متحدہ محاذ تجاویز کی بنیادوں پر مسائل کے حل پر زور دیا گیا۔ واضح رہے کہ بھارت سرکار نے جموں کشمیر کے آل پارٹی حریت کانفرنس کے ایک چار رکنی وفد کو دہلی ایرپورٹ پر تہران جانے سے روک دیا تھا۔ بھارت سرکار کی وزارت خارجہ نے کشمیر کے بارے میں تہران میں تجویز پاس ہونے پر اسے اندرونی معاملات میں دخل بتاتے ہوئے کالعدم قرار دیا ہے۔

اسلامی چوٹی کانفرنس میں افغانستان کے تعلق سے ایران اور پاکستان کے درمیان وہاں کثیر جماعتی حکومت کے قیام پر رضامندی ہوئی۔ اب تک پاکستان 'طالبان سرکار کا اور ایران برہان الدین ربانی کی سرکار کے حامی مانے جاتے رہے ہیں۔ پاکستان اور ایران دونوں نے ہی افغان عوام کو اقتصادی امداد دینے پر بھی رضامندی دکھائی ہے۔ جس سے کہ وہاں کے عوام اپنے مسائل حل کر سکیں۔

اسلامی چوٹی کانفرنس کی ایک تجویز میں اسرائیل کی مذمت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اسلامی ممالک کو چاہیے کہ فلسطینی عوام کے حقوق کی بحالی کے لئے مشترکہ کوششیں کریں۔ اسلامی ممالک نے اسرائیل کی جانب سے مسجد الاقصیٰ' شام کی گولان پہاڑیوں اور جنوبی لبنان پر ناجائز قبضہ کی بھی مذمت کی۔

اسلامی ممالک کی چوٹی کانفرنس نے ان ممالک کے مسلمانوں سے پورے تعاون کے لئے بھی تجاویز پاس کیں کہ جہاں وہ اقلیتی سماج کی شکل میں رہتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری کوفی عنان کانفرنس میں شرکت کے لئے خصوصی طور سے تہران آئے تھے۔ اسلامی ممالک کی چوٹی کانفرنس نے ایک تجویز میں کہا کہ اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کو زیادہ جمہوری بنایا جائے اور اسلامی ممالک تنظیم کو سلامتی کونسل میں مستقل مقام دیا جائے۔

ایران کے نومنتخب صدر محمد خاتمی جنہیں مغربی ممالک اپنے ذرائع ابلاغ سے ایک نرم ذہن اور اپنے بہی خواہ کی شکل میں پیش کرتے رہے ہیں' انہوں نے چوٹی کانفرنس میں اپنی تقریر کے دوران کہا کہ اسلامی ممالک نے گزشتہ کچھ دہائیوں سے سائنسی ترقی سے استفادہ نہیں کیا ہے' انہیں چاہئے کہ مغربی ممالک میں ہو رہی سائنس کی تکنیکی حصولیابیوں سے فائدہ اٹھائیں۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ مغربی اصلاحات سے

استفادہ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایران کے نئے صدر سیاسی طور پر امریکہ یا یورپی ممالک سے اپنے بنیادی اصولوں کی قیمت پر کوئی تعلقات قائم کریں گے۔

تہران میں ہوئی اس اسلامی چوٹی کانفرنس میں' ایران کو ایک سیاسی کامیابی یہ ملی ہے کہ وہاں پر ۱۹۷۹ء میں ہوئے انقلاب پر خصوصی طور سے امریکہ نے جس طرح ایرانی سرکار کی تنقید کی اور اسے دوسرے مسلم ممالک سے الگ تھلگ کرنے کی کوشش کی تھی' وہ کوشش ناکام ہو گئی ہے۔ امریکہ کے نزدیکی دوست سمجھے جانے والے ملک سعودی عرب اور مصر وغیرہ جیسے ممالک سے اعلیٰ سطحی وفود کی کانفرنس میں موجودگی نے واشنگٹن کی سازش کو ناکام بنادیا ہے۔ گزشتہ برسوں میں یورپی ممالک نے بھی اپنے سفیروں کو جرمن عدالت کے ایران کے خلاف فیصلے کے بعد اپنے ممالک واپس بلا لئے تھے' واپس تہران بھیج دیئے۔ اس سے یورپی ممالک کے بھی ایران کے متعلق امریکی پالیسی کے خلاف چلنے کے اشارے مل رہے ہیں۔

قارئین کو یہاں یہ بھی بتانا ضروری ہے کہ تہران کانفرنس سے تقریباً تین ہفتے قبل امریکی اشارہ پر مشرق وسطیٰ اور شمالی افریقی کانفرنس قطر کی راجدھانی دوحہ میں کرائی گئی تھی۔ تہران کانفرنس میں شرکت کرنے والے کئی ممالک نے امریکی مدد سے ہونے والی اس کانفرنس کی تنقید کی تھی۔

بین الاقوامی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ اسلامی تنظیم کی چوٹی کانفرنس سے ایران ایک بار پھر بین الاقوامی سطح پر ابھرا ہے اور ایسی توقع ہے کہ مسلم ممالک کا گروپ ایک مضبوط گروپ کی شکل میں ابھرے گا۔ اسلامی ساجھا بازار اور باہمی تعاون کو فروغ دینے کے لئے منظور کی گئیں تجاویز ایسے ہی اشارے دے رہی ہیں۔

(میڈیا اسٹار)

نہج البلاغہ کی تعلیمات کی ترویج پر صدر جمہوریہ قائدین اور دانشوروں کا اظہار خوشنودی

حیدر آباد۔ ۱۴ جنوری۔ حضرت علیؑ کے ارشادات کے اقتباسات پر مشتمل نہج البلاغہ ڈائری ۱۹۹۸ جو امام ضامن علیہ السلام تعلیمی وقف کے زیر اہتمام سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر شنکر دیال شرما کی تجویز کے مطابق گزشتہ ۶ سال سے شائع ہو رہی ہے۔ جناب عباس موسوی صدر تعلیمی وقف نے گزشتہ ہفتہ راشٹرپتی بھون میں محترم صدر جمہوریہ ہند جناب کے۔ آر۔ نارائن کو پیش کی۔ اسی کے ساتھ گورنر مصر حضرت مالک اشتر کے نام حضرت علیؑ کے فرمان کا اردو و انگریزی نسخہ بھی پیش کیا گیا۔ مسٹر موسوی نے صدر جمہوریہ کو تعلیمی وقف کے زیر اہتمام نوجوانوں' کے حصول علم کے لئے فراہم کی جانے والی سہولتوں اور نہج البلاغہ کی آفاقی تعلیمات کے ذریعہ بین المذاہب ہم آہنگی کے جذبہ کو فروغ دینے کے لئے کئے گئے اقدامات کی تفصیلات بتلائیں اپنی نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ اور فرمایا کہ وہ اولین فرصت میں خصوصاً "حضرت علیؑ کے گورنر کے نام فرمان" کو ضرور پڑھیں گے۔

مسلمانوں کو اسوہ حسنہ پر عمل آوری کی تلقین۔ سابق سفیر ایران شیخ عطار کی تقریر

حیدر آباد۔ یکم فروری۔ (سیاست نیوز)

عالم اسلام پر مختلف گوشوں سے مغربی تہذیب کو مسلط کرنے اور مسلمانوں کی تہذیب وشناخت کو مٹانے کے لئے وقفہ وقفہ سے صہیونی طاقتوں کی جانب سے سازشیں رچی جارہی ہیں۔ نیز فلسطین اور بوسنیا میں معصوم مسلمانوں کے قتل عام اور مسجد اقصیٰ کے انہدام کے لئے امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے منصوبے تیار کئے جارہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار جناب علی رضا شیخ عطار سابق سفیر اسلامی جمہوری ایران نے بحیثیت مہمان خصوصی' صدر اسلامی جمہوری اسلامی ایران جناب سید محمد خاتمی کو تنظیم اسلامی کانفرنس کا صدر منتخب کئے جانے کی خوشی میں انڈو عرب اسلامک ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام آج نہرو آڈیٹوریم مدینہ ایجوکیشن سنٹر حیدر آباد میں منعقدہ ایک تہنیتی تقریب کے دوران کیا۔ جناب علی رضا شیخ عطار نے مسلمانوں کو اسلاف کا طرز زندگی اختیار کرنے اور ایرانی انقلاب کے روح رواں حضرت آیت اللہ خمینیؒ کے نظریات کی ترویج کا مشورہ دیا۔ انہوں نے امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے عالم اسلام بالخصوص بوسنیا اور فلسطین کے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے ظلم اور استبداد پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ درحقیقت امریکہ مسلمانوں اور مذاہب اسلام کے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہے جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ وہ (امریکہ) تنظیم اسلامی کانفرنس کی جانب سے تہران میں منعقدہ تنظیم اسلامی کانفرنس میں دیگر اسلامی ممالک کو شرکت سے روکنے کی کوشش کرتا رہا۔ جناب شیخ عطار نے بتایا کہ اس کے باوجود تہران میں منعقدہ پہلی اسلامی کانفرنس میں ۵۵ ممالک کے نمائندہ علماء کرام نے شرکت کی تھی۔ ان میں ۹ وزرائے اعظم بھی شامل ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اس کانفرنس میں متفقہ طور پر ۱۴۲ قراردادیں منظور کی گئی تھیں جس میں بین الاقوامی سطح پر دہشت گردی کے خاتمہ پر زور دیتے ہوئے عالمی سطح پر مسلمانوں کے تہذیبی وثقافتی ورثے کے تحفظ پر زور دیا گیا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اسوہ حسنہ پر پوری طرح کاربند رہنے اور اپنی زندگی کو انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کردینے کا مشورہ

دیتے ہوئے کہا کہ حضرت آیت اللہ مینی نے اپنے دور حکومت میں اسی کردار کو پیش کیا تھا۔ اس موقع پر جناب کے۔ایم۔ خان نے ایک قرارداد پیش کی جس میں جناب سید محمد خاتمی کو او۔ آئی۔ سی۔ کا صدر منتخب کئے جانے پر دلی مبارکباد پیش کی گئی۔ قرارداد میں اس یقین کا اظہار کیا گیا ہے کہ او۔ آئی۔ سی۔ کی جانب سے عالمی سطح پر مسلمانوں کی یکسوئی کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جائے گی۔ قرارداد میں فلسطین' بوسنیا اور صومالیہ کے علاوہ افریقہ میں مسلمانوں کے ساتھ کی جانے والی ناانصافیوں کے فی الفور خاتمہ پر زور دیا گیا۔ جلسہ کی کارروائی کا آغاز قاری مرزا محمد مصطفی کی قرائت کلام پاک سے ہوا جبکہ جنرل سکریٹری مسٹر ایس اے شکور نے خیر مقدم کیا۔ جناب محمود بن محمد سابق سفیر سعودی عرب نے اپنی تقریر میں کہا کہ آزادی کے موقع پر ۵۰ لاکھ مسلمان پاکستان کو ہجرت کر گئے جبکہ ۴ کروڑ پچاس لاکھ مسلمان ہندوستان میں رہ گئے تھے۔ اس طرح ایشیاء میں اس وقت مسلمانوں کی سب سے زیادہ آبادی ہندوستان میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ بین الاقوامی معاشی واقتصادی ترقی کا انحصار سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک پر ہے۔ جناب محمود بن محمد نے فلسطینی کاز کی بھرپور حمایت کی مولانا عبدالعزیز نائب امیر جماعت اسلامی ہند نے کہا کہ یہ خوش آئند بات ہے کہ آج ملت مسلمہ میں دینی واسلامی بصیرت پیدا ہو رہی ہے۔ انہوں نے ایران کے دار الحکومت تہران میں تنظیم اسلامی کانفرنس کے جلسے کو ۲۱ ویں صدی کا سب سے بڑا سنگ میل قرار دیا۔ مولانا سید غوث خاموشی صدر آندھرا پردیش نیشنل لیگ نے اسلامی جمہوریہ ایران کے تاریخی انقلاب کو معرکہ بدر سے تعبیر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کی ریشہ دوانیوں کے باوجود یہ انقلاب کامیاب رہا۔ ان کے علاوہ دیگر سرکردہ سیاسی' سماجی اور مذہبی قائدین مولانا اعظم علی صوفی' مولانا یوسف رحمت اللہ شریف معتمد کل ہند مجلس تعمیر ملت' جناب انصر بیگ' علامہ نصرت مجتہدی' مولانا سید رضا آغا عباس صاحبان نے بھی اس جلسے سے خطاب کیا۔ کنوینر جناب عباس موسوی نے جلسہ کی کارروائی چلائی اور شکریہ ادا کیا۔ جناب یعقوب عمر نے فارسی زبان میں تہنیت نامہ پیش کیا۔

تصحیح

قرآنی علوم کا مقابلہ (راہ اسلام شمارہ ۱۶۵-۱۶۶) میں سوال نمبر ۳۹ میں جو چار جواب دئے گئے ان میں "ج-۳۱ مرتبہ" صحیح ہے۔ ٹائپ کی غلطی سے ۳۰ لکھدیا گیا۔ قارئین کرام اصلاح فرمالیں۔

جامعہ اہل بیت میں داخلہ

خدا کا شکر ہے کہ جامعہ اہل بیت کا تعلیمی نظام کامیابی کے ساتھ اپنے ارتقائی مراحل طے کر رہا ہے ملک کے مختلف صوبوں کے طلباء اکتساب میں مشغول ہیں۔

جامعہ اہل بیت میں نیا داخلہ انشاء اللہ ماہ رجب ۱۴۱۹ھ میں عمل میں آئے گا جس کا طریقہ کار حسب ذیل ہے:-

۱۔ جامعہ کے شرائط پر پورے اترنے والے طلباء داخلہ فارم حد اکثر ۲۰ راگست ۱۹۹۸ء تک جامعہ کے دفتر میں جمع کرا دیں۔

۲۔ داخلہ کے خواہشمند طلباء امتحان اور انٹرویو کے لئے ۲۰ ستمبر کی صبح تک جامعہ اہل بیت پہنچ جائیں۔

۳۔ مذکورہ افراد کو ۲۰ ستمبر سے یکم اکتوبر تک جامعہ میں فارسی' عقائد' شرعی احکام اور تجوید قرآن کی تعلیم دی جائے گی اور ۳ راکتوبر کو ان ہی چیزوں کا امتحان لیا جائیگا۔

۴۔ امتحان اور انٹرویو میں کامیاب ہونے والے طلباء انشاء اللہ ۷ ار رجب ۱۴۱۹ھ سے اپنی تعلیم کا باقاعدہ آغاز کریں گے۔

شرائط داخلہ:

(۱) امیدوار حصول علم کا شوق اور تبلیغ دین کا جذبہ رکھتا ہو۔ (۲) عمر کم از کم ۱۶ سال ہو۔ (۳) پہلے کسی عربی مدرسہ میں داخلہ نہ لیا ہو۔ (۴) تعلیم عمر کی سطح سے مناسبت رکھتی ہو۔ (۵) امتحان اور انٹرویو میں کامیابی حاصل کرے۔ (۶) اردو بول اور سمجھ سکتا ہو۔

مزید معلومات کے لئے جامعہ کے تعلیمی منشور کا مطالعہ کریں۔

نوٹ: مذکورہ مدت کے دوران قیام وطعام کے مصارف جامعہ برداشت کرے گا' البتہ آمد ورفت کا کرایہ خود طالب علم کے ذمہ ہوگا۔

جامعہ اہل بیتؑ

اہل بیت کلچرل کمپلکس کالندی کنج روڈ' ابوالفضل انکلیو-۱۱' جامعہ نگر نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵ فون: ۶۹۳۵۳۹۲ ' ۶۹۳۵۲۹۸ ' ۶۹۳

As in the past, today Islam is the only remedial.

– Sayed Ali Khamenai (Ayatullah'il Uzma)

In the Name of Allah, the Beneficent, the Merciful

I wish to start my speech in this brotherly forum, which is to echo the voice of Muslims worldwide, by praising and glorifying Allah: O Lord, I Praise you for knowledge, for monotheism, for worship, and for kindness. I praise you for Islamic brotherhood, for human dignity, for instruction of patience and reliance (on the Almighty), and for recommending beneficence and generosity.

I extend greetings to the Holy Prophet Muhammad Mustafa (peace and praise be upon him), Your servant and Your Messenger who hoisted the banner of monotheism and equity, who raised the call of human dignity, and who liberated mankind from serving anyone or anything but You.

I also send greetings to the immaculate Household, sincere friends, and disciples of the Holy Prophet (S), all worthy servants of Allah and all human beings with pure nature.

I wish to cordially and fraternally express welcome to all you dear guests, heads of state and officials of the Islamic countries, as well as heads and members of all delegations, the U.N. secretary general, the secretary general of his summit, and other dear guests.

Brothers and Sisters,

You have now gathered together in one of the homelands and strongholds of Islam. Even though officially our president is your host, each and every Iranian also considers himself/ herself as your host and welcomes you to this land of faith.

Dear Guests,

Our gathering is not one of friends who get together in pursuit of certain interests such that when other interests appear some other time our bonds would be severed. We are brothers who have been eternally linked by our belief in the Quran and who have all become a united body, namely the Islamic *ummah* (nation), irrespective of any historical, geographical, and political diversity.

We have inevitably accepted this link through our submission to Islam. Complaints, differences, and even tensions cast a pall on this fact, but these can always be washed away by recourse to wisdom, reason, and forbearance.

Let us glance at this august gathering and this historical meeting in such a spirit to be able to reap benefit from it for determining the destiny of our own nations and that of the grand Islamic *ummah*.

Brothers and Dear Guests,

At the opening of this meeting, I will present my inaugural statements with regard to three issues, namely Islam, the Islamic *ummah*, and the OIC meeting and its prospects, and then come up with conclusions.

1. Islam

During the early days after its advent and even at present, Islam has been - and still is - a pathway toward a new world, warranting a prosperous life, moral soundness, and salvation for mankind. At the time of the advent of Islam, previously and even today, the major sufferings and grievances of man - which Islam is bent on eradicating - have permanently been the same: poverty, ignorance, discrimination, war, insecurity, and finally man's incarceration in the prison of materialism and captivity by his evil tendencies.

And Islam is the religion of humanity, moderation, wisdom, and submission to the Almighty - and evidently all religions have been so before being subjected to distortion. As such, Islam presented non-extravagant remedies to the human pains and sufferings in logically and rationally acceptable ways. Islam invited mankind toward remembrance (of Allah), supplication, and establishment of spiritual relationship with the Almighty. Islam taught man and recommended to him to combat evil, aggression, corruption and to constantly fight against egotism, selfishness, and bent for carnal desires.

Islam's major decrees have taken shape in this way, and Islam's program for man's individual, social, moral, and political life have grown out of these roots.

In Islam, social justice, different types of freedom, equitable peace, combat with oppression and aggression, male - female relationship, relationships among the people and among the societies, self-edification, inherent relationship with the Almighty are all based on those pillars and geared toward alleviating the perennial and permanent pains (gripping humanity).

Today, too, contrary to life's colourful and pleasant surface

appearance, mankind suffers from the same pains and sufferings that have beset humanity in the course of history: The majority of people of the world are poor, while a small number hold the major part of assets and wealth on earth. Most nations are deprived of scientific progress, while a group have used their science and knowledge as a means to mete out oppression on others. Wars flare in nooks and corners of the world, while others (not affected by war) are constantly in fear of the eruption of war. All over the world, there is discrimination among the countries, while there are class differences in most states. The Western materialistic civilisation is directing everyone toward materiality, while money, gluttony, and carnal desires are made the greatest aspirations, finally, sincerity, truthfulness, altruism, and self - sacrifice have been replaced in many parts of the world by deception, conspiracy, avarice, jealousy, and other indecent features.

Science, technology, equipment, speed, and facility have dramatically changed the world as compared with the past, but the chronic and age - old pains and chagrin of humanity still remain unchanged. The major problems of today are the same that existed in the past.

Western liberalism, communism, socialism, and all otherisms have gone through their tests and proved their debility. As in the past, today Islam is the only remedial, curative and saviour angel: As with one thousand four

hundred years ago, today, too, the following call echoes:

Come to you light and clear book from Allah; with if Allah guides him who will follow His pleasure into the ways of safety and brings them out of utter darkness into light by His will and guides them to the right path. (Holy Quran, Chapter Maidah, Verses 15 and 16).

Indeed, there has

The important consideration is the observation and recognition of the true visage of Islam (devoid of any embellishments). The illuminated visage of Islam has been defaced and defiled in the course of several centuries by the foes and in the course of longer spans of time by the ignorant and heedless friends. They have deliberately or ignorantly made additions or deletions in Islam.

At present, too, incorrect understanding and quest for interests are still at work by the inner circles to tarnish the image of Islam. But without a shade of doubt, enemy publicity in this regard is by far more effective, by trying to embark upon this move through subtle and sly way.

One instance of the enemies' incessant efforts to this end is the massive bulk of publicity against the Islamic Iran after the establishment of the Islamic government in Iran. They felt that levelling accusations and furnishing false news would be the most conclusive ways to stave off the impacts of this grand revolution. They have uttered such falsities about us and ascribed such things to us that their words have become repetitive and completely monotonous and boring for the listeners. The Zionists, the notorious global Zionist media, and arrogant agents, in particular the Americans - namely those sustained the greatest losses due to the revolution - have been - and are - most active and vocal in this area.

Muslim brothers, on this basis, our great task is to recognise Islam and make it recognised and become more familiar with one another.

2. The Islamic Ummah

The Islam ummah which sprang up in Madinat ul-Nabi and which stepped in the way of quantitative and qualitative growth in an astonishing and legendary way was the first political - human product of Islam.

In less than half a century after the emergence of this auspicious phenomenon, it treaded almost half the entire territories of the three large neighbouring ancient civilisations, namely Iran, Rome, and Egypt. A century later, it developed a brilliant civilisation and grand and powerful government in the heart of the world which was bound on the east by the Great Wall of China and the Atlantic Ocean coasts and on the north by the Siberian steppes and on the south by the southernmost part of the Indian Ocean.

The third and fourth centuries A.H. and afterwards are embellished with such a brilliant civilisation whose academic and cultural achievements can still be seen in the modern world after a thousand years. When recounting the history of science and civilisation, Western historians overlook and neglect this grand and unprecedented uprising, transformation, and revolution in science, culture, and civilisation and link the history of science from ancient Greece and Rome to the Renaissance, as though science and civilisation had died for a thousand years and were of a sudden reborn during the Renaissance!

Islam taught man and recommended to him to combat evil, aggression, corruption and to constantly fight against egotism, selfishness, and bent for carnal desires.

But the truth of the matter is that the Middle Ages was a period of darkness, ignorance, and consternation only for the West and Europe, but for the Islamic world, which was several times larger than Europe by ranging from Andalusia to China, this was a period of illumination, awakening, and academic sublimation and boom.

This remainder does not aim at boasting of the past or lamenting the decline of those days, the aim is to underline the fact that Islam and its life - inspiring knowledge which gave rise to such a massive civilisation are now at our disposal and warn us:

O you who believe! answer (the call of) Allah and His Apostle when he calls you to that which gives you life... (Holy Quran, Chapter Anfal, Verse 24)

Islam has proven that it has the capacity to lead its ummah toward civil and academic sublimation and political might

and main: Faith, struggle, avoidance of discord are the only prerequisites for fulfilment of this grand objective. The Holy Quran teaches us:

***And be not inform, and be not grieving, and you shall have the upper hand if you are believers.* (Holy Quran, Chapter A'lay Imran, Verse 139)**

The Quran also teaches us:

And (as for) those who strive hard for Us, We will most certainly guide them in Our ways; and Allah is most surely with the doers of good. (Holy Quran, Chapter Ankabut, Verse 69)

It also offers the following instruction:

And obey Allah and His Apostle and do not quarrel for then you will be weak in hearts and our power will depart, and be patient; surely Allah is with the patient. (Holy Quran, Chapter Anfal, Verse 46)

Weakness in relation to these three factors has at present engulfed the Islamic ummah in a pitiable condition. At least, over the past two centuries, the persistent and cunning enemies possessing prudence and policy and some incompetent Muslim governments have, alongside **diverse historical and political factors and conditions, intensely contributed to this condition and today we have inherited them from the past generations.**

Brothers, let us bequeath something more glorious to the posterity.

In studying the external factors conducive to the present condition, I believe that the invasion of the arrogant front is more effective. In our culture, arrogance refers to a power clique which relies on its political, military, scientific, and economic power and gets inspiration from a discriminatory outlook toward mankind to exert pressure on and exploit large groups of human beings, namely nations, governments, and countries will bullying and contemptuous dominations, to interfere and intervene in their affairs, to plunder their assets and wealth, to bully the governments, to oppress the nations, and to insult their cultures and traditions. Salient examples are colonialism, neo - colonialism, and recently the extensive and all - out political, economic, publicity, and even military invasion of the previous colonisers and their heirs. All of these are carried out in front of the eyes of our nations, which are tasting their bitter fruits.

In the effective invasion, the Western powers have reaped benefit of their academic and technological advancement and of some of their national and indigenous features. We do not reprimand the enemy. Those who pave the ground for the victory of their enemies and their own defeat through short-sightedness, search for ease and comfort, and egotism deserve to be rebuked.

The West, in its all - rounded invasion, has also targeted our Islamic faith and character. In the light of its store of science, needed by all, the West intensely and persistently exported to our countries the culture of laxness and disregard for religion and ethics, a culture with which it is gripped. Indubitably, this ethical quagmire will, on a not - too - distant day, engulf the present Western civilisation and wipe it out.

At the present juncture, the world of Islam is in a calamitous condition due to hostile invasions, coupled with inner factors

The West, in its all - rounded invasion, has also targeted our Islamic faith and character. In the light of its store of science, needed by all, the West intensely and persistently exported to our countries the culture of laxness and disregard for religion and ethics, a culture with which it is gripped.

affecting the past generations. Poverty, ignorance, academic backwardness, moral laxness, and worst yet, the cultural and at times political domination of its enemies on the one hand and great problems such as those of Palestine, Afghanistan, Lebanon, Iraq, Kashmir, Bosnia - Herzegovina, the Caucasus, and other on the other hand offer a long list of divine and human responsibilities to the governments, political dignitaries, and leaders of the Islamic world.

Today, we should take the initiative. So far, the enemy has always held the initiative, and we have, at most, complained.

In a historical process comprised of dozens of initiatives of the enemy, Palestine has been turned into the personal belonging of the Zionists. First, Palestinian lands were purchased. Then the immigrant Zionists were armed. Afterwards, civil war raged, and Palestine's dismemberment was declared. Then new parts of that Islam and Arab country were conquered and occupied, and ultimately it was usurped entirely while parts of Egypt, Syria, and Jordan were also annexed to it.

Up to this point, the Arab neighbours of Palestine have only once held the initiative. And that was the October 1973 attack by Syria and Egypt during the holy month of Ramazan. This attack did not reach full results due to the cooperation of the U.S. with Israel and inaction of the Islamic countries; nonetheless, it was a source of honour for the Arab upheld and preserved our national unity in an unprecedented way and enhanced public involvement in the affairs contrary to the claims and innate wishes of our enemies. The brilliant presidential elections this year was an example of this daily increasing public involvement (in the affairs).

The government is united and uniform and all officials are cordial with one another Confidence and self - reliance are the major decisive factors in all our academic, political, economic, and cultural endeavours. Possessed of this belief in our selves, which Imam Khomeini taught us, we have been able to reconstruct and rehabilitate a ruined and backward country left from the Pahlavi era and made even more ruined during the eight - year - long imposed war. We witness the same endeavour in some other brotherly countries as well.

If co-ordination of these efforts requires a hub, we now have it at our disposal: the Organisation of the Islamic Conference (OIC). We should glance at this Organisation and its future prospects.

3. Organisation of the Islamic conference (OIC) and Future Prospects

Today, 27 years have lapsed since a fire broke out in Masjid at - Aqsa, an event which resulted in the set-up of the OIC. We shoulder the duty of the founders of this Organisation and voicing

> The Organisation of the Islamic Conference should, moreover, be able to establish the interparliamentary union of the Islamic countries and translate the idea of the common Islamic market from a far-fetched dream to reality.

But political dignity and power are of greatest importance. Our nation and government have eradicated the influence and intervention of the foreigners in their country by recourse to Islam. Nowadays, the Islamic *ummah* is avid for that self -confidence and for this dignity and independence. And all of us should muster efforts to this end. This is a historical responsibility. Today, the ground is paved for fulfilment of this duty and for acquisition of dignity, power, and full independence of the world of Islam.

appreciation to them.

But the world's present conditions expose the Organisation of the Islamic Conference to more serious expectations as compared with those of the past. This Organisation can be the symbol of true unity of the Muslim countries in the face of events and common interests.

It can speak on behalf of its members, make demands, carry out requisite measures, and enjoy their financial, economic and political backing. it can serve as troubleshooting liaison among its

members. Whenever measures and activities for an enormous task and a common objective require co-ordination, the Organisation can act as the co-ordinator. Where needed, it can engage in arbitration, and when beneficial, it can offer advice and consultations.

At present, though the world of Islam has a share of less than 20 percent of the global trade - which is the approximate ratio of Muslims compared to the overall world population - very insignificant percentage of this amount is devoted to trade among the Islamic states.

The Organisation can play an active role in this effective economic area, which will have impacts on politics of these countries as well.

Currently, some of our countries enjoy precious natural and productive facilities, as well as academic, industrial, and cultural capacities and capabilities, while some other countries are in dire need of these. ' The Organisation can seriously intervene in fostering a logical and just exchange of these facilities.

Today and forever, large groups of Muslims are inflicted by heart - aching pains that entail immediate solution and panacea. For instance, at present, some Afghan states, such as Bamian, are exposed to public starvation and terribly cold winter conditions. The people of Iraq are gripped by one of the most difficult problems in their history due to scarcity of foodstuff and medicine. Lives of millions of human beings, especially children, are threatened there. In Algeria, the most gruesome crimes are perpetrated by covert hands to accuse the Islamists with them and to defile Islam. In Bosnia, Kashmir, Somalia, Karabakh and some other regions, the Muslims are beset with problems.

The Organisation of the Islamic Conference and set up special committees to see to these issues and solve the tangles with an effective measure in which all members have a share.

To activate the Organisation in issues related to the member states, we need no one and nothing except public will and financial donations of the rich Islamic countries. The possible opposition of governments that stand to lose from Muslim Unity will not be able to create any barriers along the way, if our resolve is firm.

When the Muslim people of the Balkans were barbarically subjected to genocide and when the nation was standing alone and defending its Islamic identity in the face of the Organised military invasion of some countries and the indifference of other countries, the need for such a centre was felt to allay a part of the sufferings of those brothers and to significantly tilt the balance of global equations in favour of that oppressed nation.

Right now, the presence of foreign warships and more importantly the U.S. military muscle flexing in the Persian Gulf, which is an Islamic Sea and important source of energy for the entire world, is faced with insecurity. A powerful Organisation of Islamic conference can on the one hand use the medium of Islamic power and dignity to force the aliens to dispense with this intervention and on the other hand eliminate the pretexts for this improper presence (in the region). The Organisation can, when need, deploy forces from the Islamic countries to preserve and safeguard peace and security in this area.

At present, Muslim minorities are intensely in pain in some countries due to discrimination, oppression, and discrimination, oppression, and discriminatory treatments. It is incumbent on all Muslims to aid and assist them. But in order to offer serious and acceptable assistance within the framework of international relations, we are in need of an Islamic inter-nation centre. And which centre can be more adequate than the Organisation of the Islamic Conference? There are scores of incomplete and half done enterprises, each of which is the duty of all Islamic governments. I only mentioned some examples. In all these instances, no Islamic government can fill the vacuum for an Islamic inter-government centre.

Brothers and Dear Guests,

Let us benefit from the opportunities with succour of the Al-mighty and gain greater proximity. Let us strengthen and cement the centre than binds us together. The Organisation of the Islamic Conference should be able to follow up its resolutions until full implementation so that such meetings would be fructifying for our nations.

The Organisation of the Islamic Conference should, moreover, be able to establish the interparliamentary union of the Islamic countries and translate the idea of the common Islamic market from a far-fetched dream to reality. It should lay the foundations for the Islamic arbitration tribunal. And finally as the representative of 55 Islamic countries and one billion and several million people, the Organisation of the Islamic Conference should become a permanent member of the United Nations Security Council and be the sixth member with veto right so long as this right exists.

This was an account of the future prospects of the Islamic Organisation of the Islamic Conference, and this can delineate and depict the future prospects of the Islamic ummah.

And peace be upon you, and the mercy, and blessings of Allah.

"Islamic Civil Society a Means of Attaining Unity, Justice and Equity"

— President Khatami

The President of the Islamic Republic of Iran and Chairman of the 8th Summit of the Organisation of Islamic Conference, Syed Mohammad Khatami, welcoming the heads of Islamic States, said :

"I take the opportunity to welcome you all who have come from every corner of the Islamic world, to your second home; the Islamic Republic of Iran to take part in the eighth Summit of the Organisation of the Islamic Conference.

I offer my gratitude and appreciation to my dear brother Ezuddin Iraqi, secretary general of the Organisation of the Islamic Conference, for his acumen and relentless endeavours; in directing, the OIC towards achieving its objectives, and also for his valuable contribution in facilitating the successful holding of this summit.

I wonder whether to commence my words with a statement of the woes and misfortunes that are, or with the joys and delights that ought to be.

It is not a fact that a basic aim of the OIC is to find a common workable formula as a panacea for the outstanding unresolved issues in the Islamic world and to endeavour at attaining a status and position befitting Muslim states?

And to achieve these lofty ideals, passing through the prevailing circumstances, we should endeavour to find the remedy for the unaccomplished issues.

Definitely, no wrong can be cured unless the symptoms are, first precisely diagnosed. Only then, the best solution be prescribed through proper reflection and dispensation. And finally through strong resolve those ills could be cured.

Our predicament is that the Ummah, once the flag-bearer of knowledge, thought and civilisation, has, in the past few centuries, eclipsed into weakness, regressed into backwardness. And confronting the present predominant civilisation has, with painful passivity, failed to fully harvest the fruits of this civilisation. Our quiescence through centuries is the product of the decline of, once a brilliant civilisation which used to illuminate the destiny of human races and whose radiance of achievements and influences are yet praiseworthy and to which the modern civilisation, is truly indebted.

Today, the replication of the old civilisation is neither possible for its time is long gone nor desirable, even if it were ever probable. If we are to consider civilisation as the consequence of man's quest to comprehend existence, the world and himself, and the outcome of his efforts, then the unalterable element in man remains to be his 'search and need'.

However, the nature of his quest and need and their forms are tailored according to time and place.

Civilisation continues to survive as long as it meets the challenges of the magnitudes of ever-growing new questions and ever-changing man's needs, otherwise it is doomed to gradual decline. And since civilisation is the direct product of mankind, it also goes through such metamorphosis as birth, growth and decline.

The issues and needs of man of our time are in many aspects different from those of our predecessors. The reason why were we have, in recent centuries, shown passiveness before the Western civilisation which, in fact, is the answer a Western man has found for his question, lies in the fact that we have, to multitudes of reasons, been deprived of quest and every nation devoid of quest lacks thought and such a nation is condemned to perpetual quiescence

and complete surrender to others.

It would be worthy of observation that such passiveness, frailties and backwardness is not our preordained fate and that a people who have once created one of the most glorious civilisations in the history of mankind still possesses latent potentialities for creating a civilisation of pre-eminence provided, of course that they lend themselves to thinking and reflection and that such an ideal can not be realised unless:

1. People in contemplation revere to their historical self-realisation which is rooted in the eternal divine inspiration on the one hand, and enjoys an overflowing historical, cultural potentiality relating to the past, on the other hand.

2. People acquire a precise perception of the era they are in. In this context, it is imperative for us to note that between the Islamic civilisation or the civilisation of the Muslims and our present life stands the Western civilisation which has brought quite a number of achievements, though its detrimental influence too, has been enormous particularly for the non-western societies. Ours is the era of preponderance of the Western culture and civilisation. Therefore, comprehending the scope and magnitude of its influence is a must. However, in order to attain an effective and fruitful outlook, we need to penetrate deep down below the surface ignoring its superficialities to get to the roof of the basis of its foundation, theoretical principles and its values. Our cognisance of the past is equally imperative without due retrogression to the past, and lingering in the past which is definitely a reactionary attitude. But when we are in search of identity and the refinements of our mental attitudes and as the norms of habituates have been firmly set due to the elements of time and space, and our judicious critical outlook, and because of present glory and dignity at times, we try to find a path for transcending beyond the present into future which is more magnificent than that of our past heritage.

Undoubtedly, we can succeed in treading this path when we try to derive constructive benefits from the achievements of Western civilisation in the area of science, technology and social norms to move forward into future, an inevitable means to a successful entry into the future.

It is the civil society which we desire to establish and perfect in our own nation and which we recommend other Islamic societies to flow suit. Definitely it is not the civil society from the perspective of the Greek philosophers and Roman political outlook as the result of its administrative experience. This civil society which began to take shape in the middle ages gradually found its place in our modern society after plodding through millenniums.

It should be noted that the two concepts of civil societies are not necessarily in conflict with each other in the area of its identity and consequences, although their nature and the quality may be different. It is due to this characteristic that we should not become oblivious of judiciously adopting some of the constructive aspects of the Western civil society.

We all know that Western civil society from both historical and theoretical point of view, originate from the Greek city-state and Roman political system."

In the other part of his speech the president maintained that "however, our civil society has its origin, historically and theoretically speaking, in Madinat-un Nabbi", adding that it should also be noted that the change of name from Yathreb to Madinat-un Nabbi is not a mere transformation of a name from one into another. The same phenomenon can be observed in the change of the

"Muslims everywhere in the world, including Muslim minorities in non-Muslim countries consider the Organisation of Islamic Conference as the backbone of their support and source of their security, psychologically speaking."

Painful and bitter pill to swallow, though, to see our Muslim countries being plagued with passivity and backwardness, nevertheless, we still have a ray of hope, a matter of rejoice that we as yet have the opportunity and capability transforming our destiny through our resoluteness, solidarity and awareness with the demonstration of our self-sacrifice and devotion.

If we are to glance at the twilight at the horizon, we can see that we are capable of moving the current generation and the posterior towards the new civilisation by forging solidarity and mutual understanding, standing side by side, supporting each other and fraternally hold our hands to aid each other. For the materialisation of such a goal, all of us must dedicate ourselves to the realisation of the Islamic civil society in our respective societies.

term "Ayyam-ul Jahiliah" (days of ignorance) to "Ayyam-Ullah" (days of Allah). "Madinah" does not at all mean a town, a place or an area and neither does Ayyam-Ullah apply to the time factor."

Khatami pointed out that "consequently, the full comprehension of the culture and thought in addition to becoming cognisant of other nations" interests and liking, can attain peace and security," adding that "arriving at mutual understanding entails establishment of dialogue with all nations."

In another part of his speech, yet he stressed that "respect for human rights and the observance of its norms and criteria in this society is not based on the political expediency or merely due to creation of concord with other parties involved, further adding that "such an attitude is an outcome of our religious teachings and divine code."

Dwelling on the concept of a new civilisation he said that "the Islamic civil society which we aspire to establish is based on identity which can be enhanced and nurtured through ceaseless efforts of the intellectuals, scholars and thinkers."

The president added that "the Islamic Republic of Iran has embarked on, as its vital role in the making of a new civilisation as a minimum. Our active participation in the genesis of the new civilisation in the making, will eventually phase out the existing civilisation."

On building the new civilisation he maintained that "for the realisation of such a precious goal, is there a more reliable recourse than to the Holy Quran, the eternal heritage of the glorious prophet of Islam? Which divine scripture or message has emphasised, as much as Quran has. It's a wealth, a rationality, meditation, reflection, contemplation and deliberation on the existence and the universe, beside providing innumerable lessons from the fateful life of the people and community of the distant past."

The president then stated that "Muslims everywhere in the world, including Muslim minorities in non-Muslim countries consider the Organisation of Islamic Conference as the backbone of their support and source of their security, psychologically speaking."

"All of us should help the Organisation of the Islamic Conference so that it can strive, more assertively, forcefully and unequivocally, towards sincere and compassionate resolution of differences within the Islamic world."

Khatami addressed the 55-member countries of the OIC: "Generally, speaking, we should be alert to and vigilant of both visible and invisible sources of threat against our security."

The president then stressed, "In this regard, the Islamic Republic of Iran, while stressing co-operation among states in the Persian Gulf region for the preservation of the regional peace and stability, considers the establishment of regional security and co-operation with the participation of all the states in the Persian Gulf and the adoption of reliable measures that would bear fruit of lasting security in the region and towards the creation of a common defence of shared interests and concerns of all countries and nations."

President Khatami then touched on matters related to development saying, "Development constitutes another propitious basis for the preservation of security and stability and susceptibility of independence of the Islamic societies as well as for the honour and dignity of Muslim nations.

He added that "in our view, proper and preferred development is comprehensive, balanced and sustainable. In addition, it should ensure participation of all individuals, groups and segments of the society, including women and youth, in the process of progress. In development defined as such, human being is the central factor, who should be accommodated with the blessing of material and spiritual blessings of life, which constitutes the very fundamental objectives of development."

The president pointed out that "in order to achieve such a development, we should, first and foremost define and devise the proper patterns of development compatible with the particularities of our respective societies and the Islamic world."

He added, "We should as well be cognisant that no country can successfully overcome all the hurdles of development on its own."

Khatami alerted the OIC to the

fact saying, "Further, it is imperative that the Islamic countries undertake a comprehensive, precise and scientific assessment in evaluation of their potentialities, capabilities and capacities, in help create - through utilisation of their respective comparative advantages - a web of interconnected chain of complementing developmental undertakings across the Islamic world."

President Khatami finally dwelled on the role of OIC saying that, "the Organisation of the Islamic Conference, as the only universal multi-lateral organisation in the Islamic world, plays an important role in the accomplishment of the aforementioned and in general, the realisation of the overarching objectives of "participation, dialogue, security and development."

He elucidated his point on OIC saying, "In the light of the steadily growing role of religion in general, and Islam in particular, in recent decades in explaining and shaping human relationships, Muslims all over the world are well justified to look upon the Organisation of the Islamic Conference as a recourse to meet their supranational Islamic and human needs and aspirations."

He then added that "the Organisation of the Islamic Conference, with thirty years of experience, enjoys the requisite potential resources for more effective presence at the international level."

The president propounds that "hence, it is natural that we now take up the question of looking for new approaches and mechanism to strengthen its organisational structure as well as to make more efficient its decisions and ensure their implementation."

Khatami then deduced that "under the current circumstances it is incumbent upon the Organisation of the Islamic Conference to assume a more active and innovative presence in international equations, particularly in the resolution of current conflicts among member states or the crises imposed on them from outside."

He then went on to say, "The organisation's initiative in defending the rights of the honourable people of Bosnia stands out as a good beginning for a serious change in the organisation's approach to international crises."

The president regarded that "preservation and continuation of such a sensitivity and active support of the rights and interests of Muslim societies and Muslim communities and minorities in non-member countries, along with constructive engagement in finding a solution for such chronic cases as Cyprus and Kashmir, is imperative for the institutionalisation of a more prominent role of the organisation."

President Khatami then advised, "all of us should help the Organisation of the Islamic Conference so that is can strive, more assertively, forcefully and unequivocally, towards sincere and compassionate resolution of differences within the Islamic world. We should also support the organisation, financially as well as politically, in discharging its mandate."

He further stated, "simultaneously, more vigorous attention to the fundamental and pressing problems and issues of the Islamic worlds on the part of the organisation, along with enhancing the content of its decisions and further reinforcing of its plans and activities, will certainly make the organisation more energetic and dynamic."

President Khatami concluded, "And finally, in closing my statement, I would like to express my gratitude once again to our dear guests, and wish the best success for this December gathering and greater achievements for the Organisation of the Islamic Conference," and ending with an optimistic tone on Muslims' reliance upon the only Creator Allah, the Omniscient, said, "And the last words of ours is "praise be to Allah, the Cherisher and the Sustainer of the worlds."

Our active participation in the genesis of the new civilisation in the making, will eventually phase out the existing civilisation.

سلام! مکتب شہادت کے علمبر دار پر! سلام تاریخ کے ہر دور میں کامیاب مظلوم پر!

سلام حسینؑ اور ان کے جاں نثاروں پر!

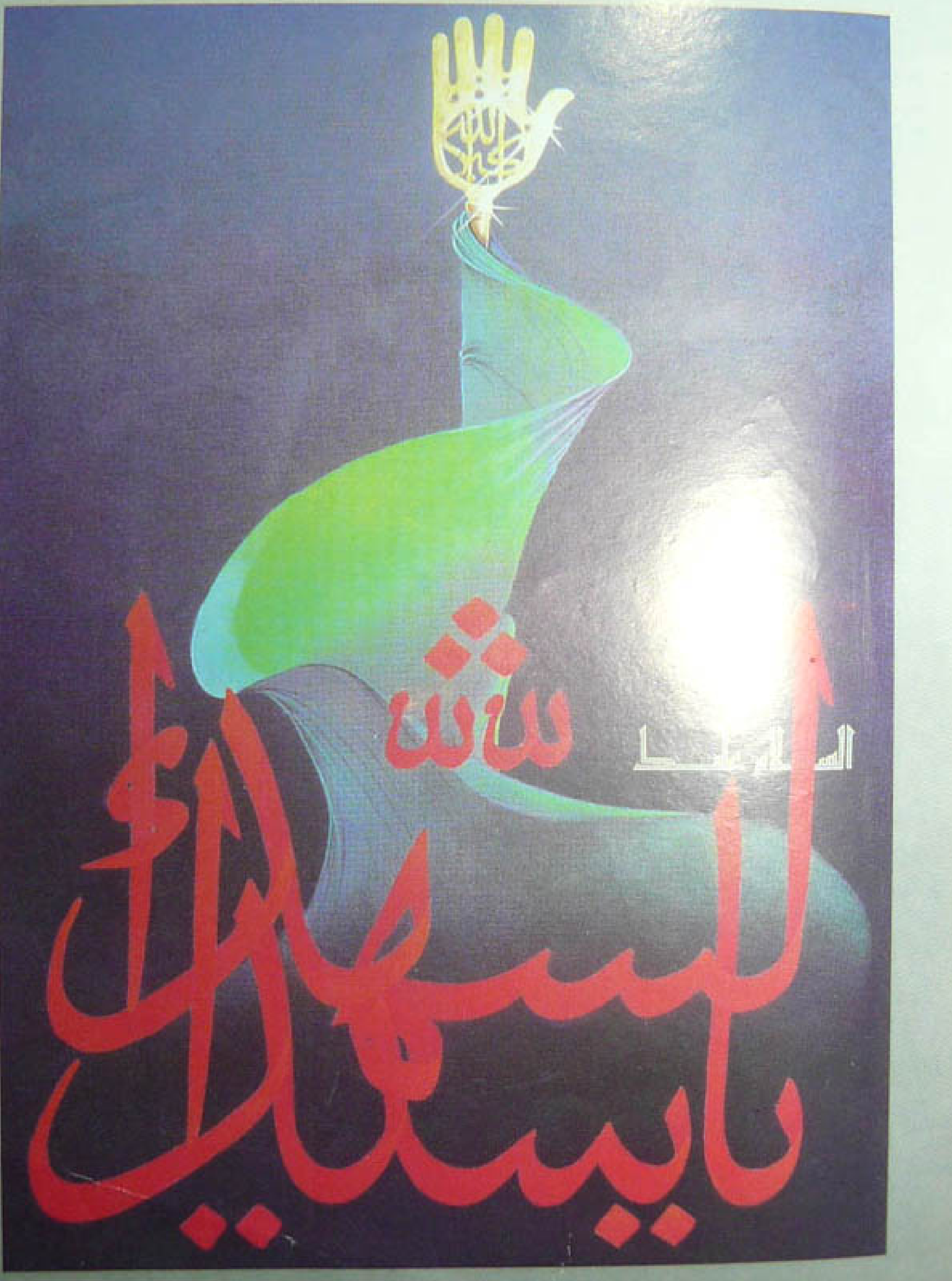

RAH-E-ISLAM

(Urdu Monthly) R.N.I. No.49147/88

No.167-168, March-April 1998